ارض القرآن

(یا)

جغرافیہ قرآنی

(از)

مولانا عبدالماجد دریابادی

صاحب "تفسیر قرآن" (انگریزی و اردو) "حیوانات قرآنی"

و مدیر "صدق" لکھنؤ

قیمت:۔ ایکروپیہ چارآنہ (عہ)

فہرست

ملنے کا پتہ

(۱)

صدق (جدید) بک ایجنسی، کچہری روڈ لکھنؤ

(۲)

دارالمصنفین۔ شبلی منزل۔ اعظم گڑھ (یوپی)

(مطبوعہ)

یونائیٹڈ انڈیا پریس۔ نظیر آباد لکھنؤ

ب

دیباچہ

تفسیر قرآن مجید کا کام پہلے انگریزی اور پھر اردو میں برا بھلا جیسا بھی بن پڑا جب اس سے فی الجملہ[1] فراغت ہوئی۔ تو دل نے کہا کہ قرآن مجید کی خدمت علمی رنگ میں کرنے کے لئے تو ابھی بہت سے عنوانات پڑے ہوئے ہیں۔ عمر کی جو قدرے قلیل مہلت باقی رہ گئی ہے۔ کیوں نہ اسکو اسی شغل کی نذر کرتے چلئے۔ اسی پر جیتے رہئیے، اور اللہ توفیق دے تو اسی پر دنیا سے گزر یئے ——— دنیا کا کون سا مشغلہ کتاب الٰہی کی خدمت سے بڑھ کر تو خیر کیا، اس کے برابر بھی ہو سکتا ہے؟

یک موج نفس بیش برس ہے نہ صدی ہے
جو دم کہ تری یاد میں گزرے۔ ابدی ہے

چنانچہ ایک رسالہ اس سے قبل الحیوانات فی القرآن یا حیوانات قرآنی کے نام سے مرتب ہو کر شائع بھی ہو چکا ہے۔

اس کے بعد ذہن اس طرف گیا کہ قرآن مجید میں مقامات کے بھی نام اور تذکرے بہ کثرت آئے ہیں۔ نام کہیں تو ملکوں کے ہیں۔ مثلاً مصر، روم، بابل اور کہیں شہروں کے مثلاً مکہ، بکہ، یثرب، سبا اور کہیں پہاڑیوں کے مثلاً جودی، طور، صفا، مروہ اور کہیں عمارتوں کے مثلاً کعبہ، بیت الحرام، مسجد الاقصیٰ اور کہیں میدانوں کے

---

[1] "فی الجملہ" اسلئے کہ اردو تفسیر پر تفصیلی و جزئی نظر ثانی کا کام اسی وقت سے جاری ہے۔

اثنا عشرۃ عینا - بارہ چشمے -

پ ۱ - البقرۃ - ع ۷ -

ارشاد ہے کہ " اس چٹان میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے -
یہ اس وقت ہوا جب حضرت موسیٰ نے دشت سینا میں ایک چٹان پر حکم الہٰی سے اپنے عصا سے ضرب لگائی تھی - توریت کے بیان کے مطابق یہ پہاڑی حورب یا حرب تھی -

خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ لوگوں کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے بزرگوں کو اپنے ساتھ لے اور اپنا عصا جو تو نے دریا پر مارا تھا لے اور جا - دیکھ کہ میں وہاں حرب کے چٹان پر تیرے آگے کھڑا ہوں گا - تو اس چٹان کو ماریو - اس میں سے پانی نکلے گا تاکہ لوگ پیویں - چنانچہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بزرگوں کے سامنے یہی کیا " (خروج - ۱۷ ، ۵ ، ۶)

توریت ہی کے بیان کے مطابق یہ پہاڑی وہی تھی جہاں توریت کے احکام عشرہ نازل ہوئے تھے - اور اسی پر حضرت موسیٰ کا قیام ایک ایک چلہ کا دو بار رہا تھا - یہ جزیرہ نمائے سینا کے جنوب و مشرق میں واقع ہے -

ملاحظہ ہو عنوان (۱) حجر -

مثلاً بدر، حنین، عرفات۔ ان کے علاوہ بہت سے مقامات ایسے، جن کا نام تو صراحت کے ساتھ مذکور نہیں۔ لیکن سیاق نے انھیں متعین کرکے عَلم ہی کے حکم میں رکھدیا ہے۔ مثلاً البقعۃ المبارکۃ ہذا البیت الارض المقدسۃ۔ قرآن مجید کو بار بار پڑھ کر اس طرح کے سارے لفظوں اور فقروں کا شمار کیا تو تعداد ۱۲۰ نکلی دل نے کہا، کہ اگر انھیں بہ ترتیب حروف تہجی لغت کے طور پر مرتب کرکے مع ان کی مختصر شرح و تفسیر کے شائع کر دیا جائے، تو عجب نہیں کہ قرآنیات کے طلبہ کو کچھ سہولت بہم پہونچ جائے۔ اور شاید کسی اہل دل کے دل سے دعائے خیر نکل جائے۔ بس اسی طمع میں رسالہ نذر ناظرین ہے۔

رسالہ کا نام ارض القرآن سے بہتر ذہن میں نہیں آتا۔ گو یہ نام میرے مرحوم یگانہ دوست مولانا سید سلیمان ندوی کی بھی ایک کتاب کا ہے۔ ایک عام فہم لقب جغرافیہ قرآنی بھی ہو سکتا ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ رائج یہی لقب ہو جائے۔

عنوانات کی تلاش میں جو بیش بہا امداد عزیز گرامی مولانا محمد ادریس ندوی نگرامی سے حاصل ہوئی ہے، اس کی جزائے خیر بس وہی دے سکتا ہے۔ جس کی کتاب کی یہ حقیر اور ادنیٰ سی خدمت ہے

دریاباد۔ بارہ بنکی
اکتوبر ۱۹۵۵ء
صفر المظفر ۱۳۷۵ھ

عبدالماجد

تلمیح یمن کے خاندان حمیری کے آخری تاجدار ذو نواس زرعہ (متوفی ۵۲۲ء) اور اس کے اہل دربار سے متعلق ہے۔ انھیں دین یہودیت میں غلو تھا۔ اور یہ لوگ سچے نصرانیوں کو مجبور کر رہے تھے کہ یہودیت قبول کریں۔ ورنہ آگ میں پڑنا گوارا کریں۔ بادشاہ نے ایک بڑی خندق کھدوا کر اس میں آگ بھر دی تھی۔ اور اسی میں اہل حق کو جھونکوا دیا تھا۔

یہ خندق نجران میں واقع تھی۔ بلکہ تاریخ میں "خندقین" یہ صیغۂ جمع آیا ہے

وکان خد بنجران اخادیدنا وقد فیھا النار (کتاب المجبر ص۳۶۸)

ادنی الارض۔ قریب کی سرزمین۔

پ۲۱۔ الروم۔ ع ۱

قرآن مجید میں ذکر یوں ہے۔ اہل روم قریب کی سرزمین میں شکست کھا گئے ہیں۔

الروم سے مراد عربوں کی زبان میں رومن امپائر کا مشرقی حصہ ہوتا تھا اسی کو ایران سے ۱۴ء۔ ۶۱۵ء میں شکست نصیب ہوئی تھی۔ اس "قریبی سرزمین" سے مراد رومی سلطنت کا وہ حصہ ہے جو عرب سے متصل تھا، یعنی شام و فلسطین۔

ملاحظہ ہو عنوان : روم۔

ارضاً لم تطئوھا وہ زمین (جس پر تم نے اب تک قدم نہیں رکھا ہے)

پ۲۱ الاحزاب۔ ع ۳۔

قرآن مجید میں ذکر یوں آیا ہے: اور اس نے تمھیں مالک کر دیا ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مال کا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے ابتک

الاحقاف ۔ ریگ کے تودے (جمع۔ واحد، حقف)

پ۲۶۔ سورۃ الاحقاف۔ ع ۳

قرآن مجید میں ذکر یوں آیا ہے ''آپ ان سے قوم عاد کے بھائی (یعنی حضرت ہودؑ) کا ذکر کیجئے۔ جب انھوں نے اپنی قوم کو ریگ کے تودوں (کی بستی) میں ڈرایا''
حقف کے معنی ریگ کے جھکے ہوئے تودے یا ٹیلے کے ہیں۔ اسے الرمل المائل (راغب) احقاف مستطیل شکل کے تودوں کے مجموعہ کا نام ہے۔
عرب قدیم ایسے مقامات پر بستیوں اور آبادیوں سے نا آشنا نہ تھے۔
الدہنا، عرب جنوب کے اس طویل وعریض علاقہ کا نام ہے جو ۲ لاکھ مربع میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے شرقاً غرباً عمان سے یمن تک اور شمالاً جنوباً نجد سے حضرموت تک۔ اس وسیع خطہ کے مغربی حصہ کی زمین سرخ رنگ کی ریگ کی ہے۔ یہی علاقہ الاحقاف کہلاتا ہے۔
قوم عاد کے وطن کے حدود مشرق میں خلیج فارس کے شمال سے مغرب میں بحر قلزم کے جنوب تک وسیع تھے۔ آج کے یمن، عمان وغیرہ سب اس میں شامل تھے۔ اور اس کا دار الحکومت یمنی شہر حضرموت تھا۔ قوم عاد کے زمانہ میں یہ علاقہ تمدن کے جملہ لوازم سے آراستہ تھا۔

اصحاب الاخدود۔ خندق۔ کھائیں

پ۳۰۔ البروج

ارشاد ہوا ہے کہ آتشین خندق والے ہلاک ہوگئے۔ جب وہ اس پر بیٹھے ہوئے تھے اور اہل ایمان کے ساتھ جو کچھ کر رہے تھے۔ اسے دیکھ بھی رہے تھے۔

سرزمین" سے مراد ملک مصر و سرزمین مصر ہے۔
ملاحظہ ہو عنوان : مصر

(۱۱) ارض المقدسۃ۔ پاک سرزمین

پ۶ المائدۃ۔ ع ۴۔

حضرت موسیٰ کی زبان سے ادا ہوا ہے: اے میرے لوگو، اس پاک سرزمین میں داخل ہو جاؤ جس کو اللہ نے تمھارے لئے لکھدیا ہے۔

مراد سرزمین شام ہے۔ فلسطین (یا کنعان) اسی کے ایک صوبہ کا نام ہے
ھی الشام (ابن جریر۔ عن قتادۃ) دمشق و فلسطین و بعض الاردن
(ابن جریر۔ عن ابن عباسؓ)

حضرت موسیٰ یہ موقع ترغیب و تشویق میں بنی اسرائیل سے اس وقت فرمارہے ہیں، جب یہ لوگ مصر سے نکل کر جزیرہ نمائے سینا میں آچکے تھے کہ ذرا سی ہمت و کوشش کرو تو یہ ملک تمھیں ابھی ملا جاتا ہے۔ تمھارے لئے مقدر ہو ہی چکا ہے۔

عہد عتیق میں اس سرزمین کے فضائل و مناقب بہ کثرت وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً "خداوند نے ان کے باپ دادوں سے قسم کھاکے کہا، کہ میں تم کو دوں گا وہ زمین جس میں شیر و شہد بہتا ہے۔" (یشوع۔ ۵ : ۶)

ارضنا۔ ہماری سرزمین۔

پ۱۳۔ ابراھیم، ع ۲۔ پ۱۶ طٰہٰ۔ ع ۲

پہلی جگہ منکرین اپنے اپنے نبی وقت سے کہتے ہیں۔ کہ ہم تم کو نکال کر رہینگے

قدم نہیں رکھا ہے۔

سیاق میں ذکر یہود بنو قریظہ پر مسلمانوں کی فتح کا ہے۔ گویا ارشاد باری یہ ہے کہ ہم نے اپنے علم ازلی میں تمھیں مالک یہود کی ان زمینوں کا بھی کر دیا، جن پر ابھی تک تمھارے قدم نہیں پہنچے ہیں۔

لفظ کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت تک جو ملک بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے سب اس میں شامل ہیں۔ قیل کل ارض تفتح الی یوم القیامۃ (بیضاوی) ھی مکۃ وفارس والروم اوخیبر وکل ارض تفتح الی یوم القیامۃ (مدارک) وھو صادق فی فتح البلاد کالعراق والشام والیمن ومکۃ وسائر فتوح المسلمین (بحر)

ارضکم ۔ تمھاری سرزمین۔ تمھارا ملک۔

پ ۹۔ الاعراف۔ ع ۱۴۔ پ ۱۶۔ طہ۔ ع ۳۔

پ ۱۹۔ الشعراء ع ۳

لفظ تین جگہ آیا ہے۔ اور تینوں جگہ فرعون کی زبان سے درباریوں کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا ہے ـــــ پہلی جگہ کہتا ہے کہ موسیٰ چاہتا ہے کہ تمھیں تمھارے ملک سے نکال دے۔ دوسری جگہ یہ کہ یہ دونوں (یعنی موسیٰ و ہارون) تو یہی چاہتے ہیں کہ تمھیں جادو کے زور سے تمھارے ملک سے نکال دیں۔ تیسری بار پھر یہی کہ موسیٰ چاہتا ہے کہ تمھیں اپنے جادو کے زور سے تمھارے ملک سے نکال دے۔

فرعون اور فرعونیوں کا ملک مصر تھا۔ اس لئے "تمھارے ملک" یا "تمھاری

بدر کی پہاڑی زمین کے مقابلہ میں نشیب میں تھی۔ اسی لئے قافلہ کو مسلمانوں کے نشیب میں قرار دیا گیا۔

ملاحظہ ہو عنوان : بدر

اقصی المدینة ۔ شہر کا کنارا۔

پ۲۰۔ القصص۔ ع ۲ پ۲۲۔ یٰسٓ۔ ع ۲

پہلی آیت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے پاس مصر میں شہر کے کنارے سے ایک آدمی دوڑا ہوا آیا، اور خبر پہنچائی کہ سرکاری کمیٹی میں آپ کے متعلق یہ گفتگو ہو رہی ہے۔

یہاں شہر سے کھلی ہوئی مراد فرعون مصر کے پایۂ تخت سے ہے۔

دوسری آیت میں کسی نامعلوم مقام کا ذکر ہے کہ وہاں شہر کے کنارہ سے ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور اس نے پیمبروں کے منکرین کو سمجھانا چاہا۔

ام القریٰ۔ بستیوں کی ماں آبادیوں کی اصل۔

پ۷۔ الانعام ع ۱۲۔ پ۲۵۔ الشوریٰ۔ ع ۱

نام دو جگہ آیا ہے۔ اور دونوں جگہ مکی سورتوں میں۔ رسول اللہ کو مخاطب کے اس مضمون کے ساتھ: تاکہ آپ ڈرائیں ام القریٰ اور اس کے گرد والوں کو۔

مراد متفقہ طور پر مکہ معظمہ ہے۔ اتفقوا علیٰ ان ام القریٰ ھی مکة (کبیر)

مکہ کا یہ نام کیوں پڑا؟ اس کی توجیہیں مختلف و متعدد کی گئی ہیں اور سب اپنی جگہ صحیح ہو سکتی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ساری اقلیموں کی روحانی

اپنی سرزمین سے۔ دوسری جگہ فرعون حضرت موسیٰ کو مخاطب کرکے کہتا ہے
کہ اے موسیٰؑ کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اپنے سحر کے زور سے نکال دو۔
تو پہلی جگہ مراد وہ سارے ملک ہوں گے۔ جہاں انبیاء کی بعثت ہوئی۔
اور وہاں والوں سے اُن سے انکار کیا۔ اور دوسری آیت میں مراد ملک مصر ہے
ارضہم ۔ اُن کی زمین۔

پ۲۱۔ الاحزاب۔ ع ۳

اوپر سے ذکر یہود بنو قریظہ کا چلا آرہا ہے۔ جن پر مسلمانوں کو ابھی فتح حاصل
ہوئی ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ: اللہ نے تمہیں مالک کردیا ان کی زمین کا اور
گھروں کا۔
یہ حوالی مدینہ میں مضبوط قلعوں اور گڑھیوں کے اندر رہا کرتے تھے۔
ارضہم سے مراد انہیں کی بستیاں ہیں۔
اسفل (منکم)۔ (تم سے) نیچے کی جانب۔

پ۱۰۔ الانفال۔ ع ۵

غزوۂ بدر کے سلسلۂ بیان میں مومنین سے خطاب کرکے ارشاد ہوا ہے
کہ: قافلہ تم سے نیچے کی جانب کو تھا۔
قریش کا عظیم الشان تجارتی قافلہ جو مال اور دولت سے لدا پھندا شام
سے مکہ کو واپس آرہا تھا۔ اور جس کا راستہ کاٹنے مسلمان مدینہ سے بڑھ بدر تک
گئے تھے جب اسے مسلمانوں کے اس ارادہ کا علم ہوا۔ تو اس نے منزل بدر کا
اصل راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارہ کنارہ چلنا شروع کیا۔ یہ ساحلی زمین قدرۃً

اول بیت ۔ پہلا گھر۔

پ۴ ۔ آل عمران ۔ ع ۱۰

ذکر بکہ مبارکہ کے سلسلہ میں ہے کہ یہیں سب سے پہلا گھر (عبادت کے لئے) انسان کے لئے بنا تھا۔ اور بکہ چونکہ مرادف ہے۔ مکہ کا۔ قدرۃً اس پہلے گھر سے مراد خانۂ کعبہ لی گئی ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں متعدد دوسرے اسماء و القاب کے ساتھ بھی آیا ہے۔ البیت۔ البیت الحرام۔ البیت العتیق وغیرہا۔

اس اولیت و اقدامیت کی تصریح حدیث نبوی میں بھی ملتی ہے۔ اور اقوال تابعین میں بھی۔

ثبت فی صحیح مسلم عن ابی ذر قال سألت رسول اللہ صلعم من اول مسجد وضع فی الارض قال المسجد الحرام (قرطبی)

معبد کعبہ کی قدامت تاریخ کو بھی تسلیم ہے۔ مسیحیوں نے بڑی کد سے کام لیکر اس حقیقت سے انکار کرنا چاہا، آج تک کامیابی نہ ہوئی۔

(اصحاب ال) ایکۃ ۔ جنگل والے ۔ بن والے۔

پ۱۴ ۔ الحجر ۔ ع ۶ ۔ پ۱۹ ۔ الشعراء ۔ ع ۱۰ ۔ پ۲۳ ۔ ص ع ۱ ۔ پ۲۶ ۔ ق ع ۱

پہلی جگہ ہے کہ بیشک بن والے بھی بڑے ظالم تھے دوسری جگہ یہ کہ: بن والوں نے پیمبروں کو جھٹلایا۔ جب کہ شعیب نے ان سے کہا الخ تیسری آیت میں دوسری مکذب قوموں پر عطف کے ساتھ کہ: ثمود اور قوم لوط اور اصحاب الایکہ۔ یہ سب جماعتیں تھیں۔ اور چوتھی جگہ بھی مکذب قوموں کے سلسلہ میں اخوان لوط اور قوم تبع پر عطف کے ساتھ۔

پرورش کا سامان یہیں سے ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قدیم جغرافیہ ونقشہ کے
لحاظ سے یہ شہر عین زمین کے وسط یا ناف میں واقع تھا۔ ایک اور قول یہ ہے
کہ اس وقت حجاز خصوصاً شہر مکہ دنیا کی تہذیبوں کا سنگم تھا۔ یعنی اس کے
ایک بازو میں مصری، رومی، یونانی تہذیب تھی۔ اور دوسرے پہلو میں
کلدانی۔ ایرانی اور ہندی تہذیب۔ ایک اور قول ہے کہ آج بھی تین بڑے
براعظموں یورپ، ایشیا، اور افریقہ کا سنگم عین ساحل حجاز ہی ہے۔
دونوں جگہ اس کے ساتھ ومن حولہا کا ٹکڑا بھی ضم ہے اس سے مراد
ساری دنیا کی آبادی لی گئی ہے۔ جو اس مرکز ارض کے ہر طرف ہے۔ یعنی جمیع
الآفاق (قرطبی) اے اھل المشارق والمغرب (مدارک۔ بیضاوی) یدخل فیہ
جمیع بلاد العالم (کبیر)

(ب) **امام مبین** ۔ شاہراہ۔ وسیع راستہ۔
پ۱۴۔ الحجر۔ ع ۶۔

اوپر ذکر قوم لوط اور اصحاب ایکہ (جنگل والوں) کا ہے اور اس کے معاً بعد
ارشاد ہوتا ہے کہ یہ دونوں بستیاں شاہراہ پر واقع ہیں
لفظی معنی شاہراہ کے ہیں۔ الامام الطریق الواسع (....)
مراد وہ شارع عام ہے۔ جو عرب سے شام کو گئی تھی۔ اور جس پر سے عرب کے
تجارتی قافلے برابر گزرتے رہتے تھے۔ قوم لوط اور اصحاب ایکہ کی بستیاں اسی پر واقع
تھیں ــــ شام سے کوئی مدینہ کو آنے لگے، تو پہلے ارض لوط پڑے گی، پھر سرزمین
شعیب (یعنی ایکہ و مدین) اور سب سے آخر میں علاقہ حجر یا قوم ثمود کا مسکن

سفلی اور جنتر منتر میں تھی۔ چنانچہ انگریزی زبان میں "کالڈین" آج تک ساحر کا مرادف چلا آتا ہے۔ اور قدیم نوشتے سب اس پر متفق ہیں۔ کہ دین بابلی کا جزو اعظم ٹونے ٹوٹکے تھے۔

عہد عتیق۔ میں اسکا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ مثلاً بادشاہ بنوکد نضر (بخت نصر) کے سلسلہ میں :۔

جب ایک برس گذر گیا، تو وہ بابل کی مملکت کے قصر میں ٹہلتا تھا۔ بادشاہ نے فرمایا اور کہا کیا یہ وہ بڑی بابل نہیں۔ جسے میں نے اپنی توانائی کی شدت سے بنایا تاکہ وہ دارالسلطنت ہو اور اس سے میری شان و شوکت جلوہ گر ہو" (دانی ایل — ۳۰:۴) عہد جدید میں بھی ذکر متعدد بار آیا ہے۔

(ال) بحر۔ سمندر۔ دریا۔

یہ لفظ اپنے مطلق معنی میں تو قرآن مجید میں بہت کثرت سے آیا ہے۔ جہاں کسی متعین سمندر کا ذکر ہے وہ مقامات حسب ذیل ہیں :۔

پ ۱، البقرۃ ع ۶ .... پ ۹، الاعراف ع ۱۶

پ ۱۱، یونس۔ ع۔ ۹۔ پ ۱۹۔ الشعراء۔ ع ۴۔ پ ۲۵، الدخان۔ ع ۱

ان سب مقامات پر ذکر یا سمندر سے بنی اسرائیل کے گزر نے کا ہے یا فرعون کے غرق ہونے کا۔ اور ان سب موقعوں پر سمندر سے مراد بحر احمر (قلزم) کا شمالی حصہ ہے۔ مصر کے مشرق میں جہاں اب نہر سوئز کھد گئی ہے اس کے متصل جنوب میں سمندر دو شاخوں کی شکل میں منقسم نظر آئے گا۔ انھیں میں سے مغربی شلث یہاں مراد ہے۔ حضرت موسیٰ حسب ارشاد الٰہی

یہ مقام مدین سے متصل ہی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شعیب کی اُمت دعوت میں یہ لوگ بھی داخل تھے۔
نولڈکی وغیرہ فرنگی محققین نے اصحاب ایکہ کو اصحاب مدین کا مرادف قرار دیا ہے۔ اور ہمارے ہاں بھی اکابر میں ابن کثیر اور نسفی نے اپنی اپنی تفسیروں میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہی قول اختیار کیا ہے۔ باقی اکثر کا قول ہے کہ دو قومیں الگ الگ تھیں۔ گو باہم متقارب۔

بابل ۔ بابل

پ۱ البقرۃ ۔ ع ۱۲

یہ نام ایک ہی جگہ آیا ہے۔ اس سلسلہ میں۔ کہ شیاطین لوگوں کو سحر سکھاتے تھے۔ اور وہ (سحر) بھی جو ہاروت و ماروت کے بابل میں اتارا گیا تھا۔
بابل جس قدیم ملک کا نام ہے وہ موجودہ نقشہ و جغرافیہ میں عراق عرب کہلاتا ہے اور یہی نام اس ملک کے پایۂ تخت کا بھی تھا۔ شہر دریائے فرات کے کنارہ واقع تھا۔ موجودہ بغداد سے کوئی ۶۰ میل سمت جنوب میں تقریباً وہیں جہاں آج حلہ کی آبادی ہے۔ شہر بہت بڑا۔ میلوں اسکا رقبہ تھا۔
ملک اپنے زمانہ میں بڑا مہذب متمدن، خوشحال و سرسبز رہ چکا ہے کالڈیا (کلدانیہ) بھی اسی کا ایک پرانا نام ہے۔ سلطنت کا زمانہ عروج تخمیناً سنہ ۳۰۰۰ ق م سمجھا گیا ہے۔ ملک کی خاص شہرت علوم سحری، عملیات

کھجور اور انگور کے لئے مشہور تھے۔ اور یہاں ایک بڑا میلہ بھی ہر سال لگا کرتا تھا اسلام اور شرک کے درمیان یہیں سب سے پہلا اور بڑا معرکہ روز جمعہ ۱۷ رمضان ۲ ہجری (۱۱ مارچ ۶۲۴ء) کو پیش آیا تھا۔ اور اس غزوہ نے تاریخ اسلام کا اور اس طرح بالواسطہ تاریخ عالم کا رخ ہی پلٹ دیا تھا۔

بدر کا میدان بیضاوی شکل کا ہے کوئی ۵½ میل لانبا اور ۴ میل کا چوڑا۔ پہاڑیوں سے گھرا ہوا یہ منزل، مکہ و مدینہ کے شارع عام پر واقع نہیں، بلکہ اس سے ہٹ کر ہے۔ مدینہ سے آنے میں منزل مسیجد سے ادھر کا راستہ کٹ کر گیا ہے اور مکہ کی طرف سے آنے میں یہ منزل مُبرد ورویش سے قریب ہے۔ شمالی مغربی پہاڑی کا نام العدوۃ الدنیا اور جنوبی مشرقی پہاڑی کا نام العدوۃ القصوی اب تک پکارا جاتا ہے اور دونوں کے درمیان پہاڑی کا نام جبل اسفل ہے۔

(۶۵) بطن مكة۔ بطن مکہ (یمن)

پ۲۶، الفتح، ع ۳۔

صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے انکے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمھارے ہاتھ ان سے بطن مکہ میں۔

مراد موضع حدیبیہ سے ہے جسے کمال قرب و اتصال کی بنا پر مکہ ہی قرار دیدیا گیا۔ حدود حرم حدیبیہ ہی سے شروع ہوجاتے ہیں۔ اور فقہاء حنفیہ کے ہاں حرم کے اندر اس کا جزو حدیبیہ کا بھی شامل ہے۔ انه الحديبية لان بعضها منسوب الى الحرم (مدارک) يعنى الحديبية كما اخرج ذلك عبد بن حميد و ابن جرير عن قتادة وقد تقدم ان بعضها من حرم مكة (روح) فالقريب المقام

تعیل میں مظلوم ومقہور بنی اسرائیل کو مصر سے اپنے ہمراہ لے کر راتی رات یہاں پہنچے ہیں۔ اور اپنے عصا کو پانی پہ مارا ہے تو سمندر نے گویا ان کے لئے راستہ کردیا۔ پانی اونچے تودوں کی شکل میں دونوں طرف کھڑا ہوگیا، اور وہ خشک راستہ سے نکلتے چلے گئے۔ سورۃ الشعراء میں خود تصریح موجود ہے فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم (کہ سمندر پھٹ گیا اور ہر حصہ اتنا بڑا تھا جیسے بڑی پہاڑی) حضرت موسیٰ اپنے ہمراہ قوم اسرائیل کو لیکر یہیں سے جزیرہ نمائے سینا میں داخل ہوگئے۔

پ۱۶۔ الکہف۔ ع ۱۱ میں یعملون فی البحر میں بھی البحر سے کوئی متعین دریا مراد ہے۔ جہاں ملاح اپنی کشتی روزی کمانے کو چلاتے رہتے تھے۔ مگر اس کی تعیین کا کوئی ذریعہ اب تک نہیں مل سکا ہے۔

بدر۔ بدر۔

پ۴، آل عمران۔ ع ۱۳

کی سورت میں مومنین سے خطاب کرکے ارشاد ہوا ہے کہ اللہ یقیناً تمھاری مدد بدر کے موقع پر کرچکا ہے۔

مدینہ کے جنوب ومغرب میں اور وہاں سے ۴ منزل کے فاصلہ پر ساحل بحر احمر سے کوئی ایک منزل پر شام، مدینہ اور مکہ کی سڑکوں کے تراہے پر ایک شاداب منزل اور منڈی کا نام ہے۔ یہاں پانی کی افراط تھی، اور یہ عرب قدیم میں ایک بڑی اہم چیز تھی۔ مزید اہمیت اسے اس لئے حاصل تھی کہ یہ منزل اس شاہراہ پر واقع تھی جس پر تجارتی قافلہ مکہ اور شام کے درمیان چلا کرتا تھا۔ یہاں کے باغ کیلے

بکہ ہی کا دوسرا نام ہے۔ من اسماء مکۃ علی المشہور (ابن کثیر) بکۃ لغۃ فی مکۃ عند الاکثرین (روح) مکۃ وبکۃ لغتان فیہ (کشاف) عربی علم الحروف میں ایک قاعدہ ہے جس کے ماتحت حرف م اور حرف ب میں اکثر مبادلہ ہو جاتا ہے۔ جیسے لازم اور لازب میں، راتم اور راتب میں وقس علیٰ ہذا۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ مکہ وسیع ہے اور کل شہر کا نام ہے اور بکہ کا اطلاق صرف مسجد الحرام اور مطاف پر ہوتا ہے۔ بکۃ ہو موضع المسجد (ابن عباسؓ) قال ابو مالک وابو صالح وابراہیم النخعی وعطیۃ ومقاتل بن حیان بکۃ موضع البیت وما سوی ذالک مکۃ (ابن کثیر)
اور ڈاکٹر حمید اللہ نے اخبار مکہ، ازرقی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ بکۃ موضع البیت ومکۃ القریۃ۔ بکہ کی قدامت ایک مسلم تاریخی حقیقت ہے ایک جگہ وادی بکہ کا ذکر بائبل میں بھی موجود ہے۔ "اور بکا کی وادی میں گزر کرتے ہوئے اسے ایک کنواں بناتے ہیں" (زبور۔ ۸۴۔ ۶)
اہل بائبل مدتوں اسے علم قرار دینے کے بجائے اسم نکرہ سمجھ کر اسکا ترجمہ "رونے کی وادی" کرتے رہے۔ اب خدا خدا کرکے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے اور جیوش انسائیکلو پیڈیا میں یہ اقرار موجود ہے کہ یہ ایک مخصوص بے آب وادی کا نام ہے (جلد ۲ صفحہ ۴۱۵)
ملاحظہ ہوں عنوانات: ام القریٰ۔ مکۃ۔

کان ویکون اطلاق بطن مکۃ علیہا مبالغۃ (روح)

حدیبیہ کا کنواں اور میدان مکہ معظمہ سے جانب شمال میں، نصف منزل کے اندر ہی۔ مکہ و مدینہ کی شارع عام پر واقع ہے۔ سمت مغرب میں کسی قدر ہٹا ہوا۔

بقعۃ المبارکۃ ۔ مبارک قطعہ زمین

پ۲۰ ۔ القصص ۔ ع ۴

حضرت موسیٰ کے ذکر میں ہے کہ جب آپ طور پر پہنچے تو آپ کو ایک درخت سے آواز آئی، اس مبارک قطعۂ زمین کی داہنی جانب سے۔

مراد اسی جزیرہ نمائے سینا کا کوہ طور ہے جس کی ایک اونچی چوٹی پر پہنچکر حضرت موسیٰ کو نبوت عطا ہوئی تھی۔

ملاحظہ ہوں عنوانات :۔ شاطی الوادالایمن ۔ طور

بکۃ ۔ بکہ ۔

پ۴ ۔ آل عمران ۔ ع ۱۰

نام اس سلسلہ میں آیا ہے۔ سب سے پہلا مکان جو انسان کے لئے (عبادت کی غرض سے) مقرر ہوا وہ یہی ہے جو بکہ میں ہے۔ برکت والا۔

وجہ تسمیہ یہ ہے کہ "تباک" ازدحام کو کہتے ہیں۔ اور یہاں طواف کیلئے بڑا ہجوم یا ازدحام رہتا تھا۔

سمی بذالک من التباک ای الازدحام لان الناس یزدحمون فیہ للطواف (راغب)

پروردگار کا دیا ہوا رزق، عمدہ شہر اور مغفرت والا پروردگار۔
یہ ملک۔ یا عرب کے جنوب میں وہی تھا۔ جو اب یمن کہلاتا ہے نہایت سرسبز شاداب اور زرخیز خطہ تھا۔ اس بلدۂ طیبہ سے مراد اسی کا دارالسلطنت ہے "الطیب" سے اشارہ ممکن ہے کہ شہر کی لطیف آب و ہوا کی جانب ہو۔ شہر کا نام مآرب تھا۔ سطح سمندر سے ۳۹۰۰ فٹ بلند۔

(۱۱) **بیت** ۔ گھر۔ مکان۔

پ۱ ۔ البقرۃ ۔ ع ۱۵ (۲ بار) پ۴، آل عمران ۔ ع ۱۰
پ۹ ۔ الانفال ۔ ع ۔۴ ۔ پ۱۲ ۔ ھود ۔ ع ۔۷ ۔ پ۳۰ ۔ القریش ۔

لفظ اپنے عام معنی میں قرآن میں کثرت سے آیا ہے۔ مگر اتنے موقعوں پر 'بیت الحرام' یا خانۂ کعبہ کے معنی میں ہے۔ دوسرے موقعوں پر دوسری چیزیں مراد ہیں۔

اس ا بیت کو 'بیت' سے تعبیر اس لئے نہیں کیا گیا ہے کہ یہ کسی کی سکونت کی جگہ ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اس عمارت کی چھت ہے اور عمارت دیواروں سے گھری ہوئی ہے۔ والبیت سمی بذالک لانھا ذات سقف وجدار وھی حقیقۃ البیت وان لم یکن بھا ساکن۔ (قرطبی)

جس طرح دنیا میں کتابیں بےشمار ہیں۔ لیکن الکتاب کہلانے کی مستحق صرف کتاب اللہ ہے۔ اسی طرح دنیا میں بیوت بےشمار ہوا کریں۔ لیکن البیت کے لقب کا مستحق صرف 'بیت اللہ' ہو سکتا ہے۔

ملاحظہ ہوں عنوانات: بیت الحرام بیتی الکعبۃ

بلداً آمناً ۔ محفوظ شہر

(۱) بلداً امناً ۔

پ ۱ ۔ البقرۃ ع ۱۵ ۔ پ ۱۳ ۔ ابراھیم ع ۶ ۔

دونوں جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے کہ اے اللہ اس شہر (مکہ) کو محفوظ و مامون بنا دے ۔

مکہ کی حرمت و مامونیت جاہلی عربوں کو بھی ملحوظ رہی ہے ۔ اور اسلام میں تو شہر مکہ اور اس کے گرد و نواح کو کئی کئی میل تک "حرم" بنا دیا گیا ہے جہاں شکار کھیلنے کی ممانعت ہے اور مجرموں تک کو پناہ مل جاتی ہے ۔

(۲) البلد الامین ۔ امن والا شہر

پ ۳۰ ۔ والتین

ذکر ایک مکی سورت میں اس سلسلہ میں آیا ہے ۔ قسم ہے انجیر کی .... اور اس امن والے شہر کی ۔

'امین' کی شرح امانت والے شہر سے کی جائے ۔ یا مامون ، محفوظ شہر سے ، ہر صورت میں اس سے مراد مکہ معظمہ ہی سے ہے ۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ۔

ملاحظہ ہو عنوانات ۔ بلداً آمنا

بلدۃ طیبۃ ۔ عمدہ شہر

پ ۲۲ ۔ سبا ع ۲

ملک سبا والوں کے سلسلہ میں قرآن مجید میں آیا ہے ! کلوا من رزق ربکم ...

(معالم۔ عن الحسن و ابن زید)
خانۂ کعبہ کسی نہ کسی صورت میں تو حضرت آدمؑ ہی کے وقت سے چلا آتا ہے۔ موجودہ پختہ عمارت حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر ہوئی ہے۔
ملاحظہ ہو تفسیر ماجدی۔
دوسری توجیہ اس مفہوم کی یہ بھی کی گئی ہے کہ "عتیق" بہ معنی آزاد و غیر محکوم ہے۔ یعنی وہ خانۂ محفوظ جو امن کی جگہ بنا دیا گیا ہے اور جو جبّاروں کی محکومی سے آزاد رہا ہے۔ اے المعتوق من الجبابرۃ قال ابن الزبیر و ابن ابی نجیح و قتادۃ (بحر)

ملاحظہ ہو عنوانات: (۱) بیت۔ بیت الحرام۔ کعبۃ
بیتک (المحرّم)۔ تیرا معزز گھر۔

پ ۱۳۔ ابراھیم۔ ع ۶۔
حضرت ابراہیمؑ اپنی مناجات میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ میں نے اپنی بعض اولاد کو تیرے معزز گھر کے پڑوس میں بے ذراعت میدان میں آباد کر دیا ہے۔ اور (میرا) مقصد اس آبادکاری سے یہ ہے کہ اے ہمارے پروردگار وہ لوگ نماز (اور دوسری عبادات) کا اہتمام رکھیں۔
مراد خانہ کعبہ سے ہے۔ لیقیموا کے ل کا نحوی تعلق اسکنت سے ہے یعنی اپنی اولاد کی یہاں آبادکاری سے غرض ہی یہ ہے کہ اقامت صلوٰۃ عبادات کا اہتمام رکھا جائے۔ اے ما اسکنتھم بھذا الوادی الا لیقیموا الصلوٰۃ۔ (مدارک)

(ال) بیت الحرام ۔ حرمت والا مکان

پ ۔ المائدۃ ۔ ع ۱ ۔ پ ۔ المائدۃ ع ۱۳

پہلی جگہ ارشاد ہوا ہے کہ اے ایمان والو ۔ اللہ کے شعائر کو بلا حرمت نہ قرار دے لو اور نہ حرمت والے مہینہ کو اور نہ قربانیوں اور نہ گلے میں پٹے پڑے ہوئے جانوروں کو اور نہ بیت حرام کا قصد کرنے والوں کو جو اپنے پروردگار کے فضل کی تلاش میں ہیں ۔ دوسری جگہ ہے کہ اللہ نے کعبہ کو بیت الحرام قرار دیا ہے ۔ لوگوں کے قیام کا باعث ۔۔۔ اس سے ظاہر ہے کہ پہلی بار تو البیت الحرام کا نام محض ضمناً بیت الحرام کا قصد کرنے والوں کے سلسلہ میں آگیا ہے لیکن دوسری آیت میں کعبہ کو صراحت کے ساتھ بیت الحرام قرار دیا ہے ۔ یعنی وہ مکان جس کی حرمت و اعزاز کے خاص خاص آداب ، قاعدے اور ضابطے مقرر ہیں ۔ اور جو دنیا کا مقدس ترین ، معزز ترین مکان ہے ۔

ملاحظہ ہوں عنوانات (ال) بیت العتیق و (ال) کعبۃ

(ال) بیت العتیق ۔ قدیم مکان ۔

پ۱۷ ۔ الحج ۔ ع ۴ ۔ (دو بار)

پہلی جگہ ہے کہ : چاہیئے کہ اس قدیم مکان کا طواف کریں ۔ اور دوسری جگہ ہے کہ : : س (قربانی) کے ذبح کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے ۔ مراد خانہ کعبہ ہے ، وہ گھر جو شروع ہی سے معبد الٰہی چلا آرہا ہے ۔ اتنی مدت سے کہ تاریخ کو اب یاد بھی نہیں رہا ہے ۔ سمی بہ لانہ قدیم

اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے

دونوں جگہ اللہ نے اس گھر کی نسبت اپنی جانب کی ہے مراد خانہ کعبہ ہے

اللہ چونکہ سمت، جہت، مکانیت، جسمیت سے منزہ ہے اس لئے "میرے گھر کے معنی میرے رہنے کے گھر کے تو ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لئے اضافت صرف تشریفی ہے۔ اس گھر کی عظمت و خصوصیت کے اظہار کے لئے۔ یعنی وہ گھر جو میری یاد و عبادت کے لئے نامزد و مخصوص ہو چکا ہے۔

بیوت (النبی) پیمبر کے مکانات۔

بیوت (کن) تم بیویوں کے مکانات

۲۲۔ الاحزاب غ ۹ و ع ۷

پہلی آیت کا مضمون یہ ہے کہ اے مومنو، پیمبر کے گھروں میں تم صرف اس وقت جایا کرو جب تمھیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے۔ اور دوسری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ: اے ازواج نبی اپنے گھروں میں قرار سے بیٹھی رہو

مراد دونوں جگہ ایک ہی ہے۔ یعنی مدینہ میں رسول اللہ صلعم کی ملک کے وہ حجرے جن میں ازواج محترم رہا کرتی تھیں۔ ایک ہی حقیقت کو دو طریقوں سے ادا فرمایا گیا ہے۔ اور دونوں اپنی اپنی جگہ بالکل صحیح ہیں۔ وہ سارے حجرے ملک رسول اللہ کے تھے۔ اس لئے انھیں "بیوت نبی" بھی بے تکلف کہا جا سکتا تھا لیکن ساتھ ہی وہ مسکن بیوی صاحبوں کے تھے۔ اس لئے ان کی نسبت ازواج مطہرات کی طرف کرنا بھی بالکل درست تھی۔

وفات شریف کے وقت آنحضورؐ کے نو ازواج مطہرات تھے۔

قرآن مجید کی اس تصریح نے یہود و نصاریٰ کے اس خیال کی تردید کردی کہ حضرت ابراہیم کا حضرت اسمٰعیل کو وادی مکہ میں چھوڑ آنا محض حضرت سارہ کو خوش کرنے کے لئے تھا۔

۱۱ البیت المعمور۔ بھرا ہوا گھر۔ بیت معمور۔

پ ۲۷۔ الطور۔ ع ۱۔

قرآن میں ذکر یوں ہے "... اور قسم ہے بیت معمور کی"

بیت معمور سے مراد فرشتوں کا وہ عبادت خانہ ہے جو ساتویں آسمان پر واقع ہے۔ اور خانہ کعبہ اس کے محاذ میں ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث معراج میں حضرت ابوہریرۃ اور حضرت انسؓ کی روایتوں میں بیت معمور کا ساتویں آسمان پر واقع ہونا آیا ہے۔ یہ معنی لیکر بیت المعمور کا ذکر اس رسالہ میں مشکل ہی سے جائز کہا جا سکتا ہے۔

لیکن حسن بصری اور بعض اور تابعین سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ بیت المعمور کعبہ ہی کا ایک نام ہے۔

بیتی - میرا گھر۔

پ ۱۔ البقرۃ۔ ع ۱۵۔ پ ۱۷۔ الحج۔ ع ۴

پہلی جگہ: اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ میرا گھر پاک رکھیں طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔ دوسری جگہ: حضرت ابراہیم کو حکم ملتا ہے کہ کسی کو میرا شریک نہ کرنا اور میرا گھر پاک رکھنا طواف کرنے والوں اور قیام کرنے

۱

۲۵

ت

(۱) تنور - سطح زمین - ایک قسم کا زمین دوز چولھا جس میں خمیری روٹیاں لگائی جاتی ہیں -

پ ۱۲ - ھود - ع ۴ - پ ۱۸ - المومنون - ع ۲

اصل معنی سطح زمین یا بلند زمین کے ہیں جہاں سے چشمہ پھوٹے - ابن عباسؓ صحابی اور متعدد تابعین سے یہی معنی منقول ہیں - التنور وجہ الارض (ابن جریر - عن ابن عباسؓ) التنور وجہ الارض والعرب تسمیۃ تنوراً قال ابن عباس وعکرمۃ والزھری وابن عیینۃ (بحر) وجہ الارض وکل مفجر ماء (قاموس)

اہل لغت نے یہ بھی کہا ہے کہ لفظ اصلاً عربی نہیں - فارسی سے معرب ہو کر عربی میں آیا ہے - فارسی معرب (لسان) لفظی است مشترک میان فارسی و عربی و ترکی (برہان قاطع)

تاج العروس میں ہے کہ مثل دیباج، دینار، سندس و استبرق کے اس باہر سے آئے ہوئے لفظ "تنور" کو بھی عرب اپنا چکے ہیں -

قرآن مجید میں دونوں جگہ یہ اس موقع پر آیا ہے کہ طوفان نوح کا آغاز یوں ہوا کہ سطح ارض سے پانی ابلنے لگا -

جن لوگوں نے تنور کو اس کے اردو کے معروف و متداول معنی میں لیا ہے انھوں نے مراد یا تو جنسی "تنور" لی، یا یہ احتمال پیش کیا ہے کہ وہ کوئی مخصوص متعین تنور تھا

ان سب کے لئے چھوٹے چھوٹے حجرے (اردو کی گھریلو بولی میں "ویرے") آپؐ نے الگ الگ بنوا دیئے تھے۔ جو مسجد نبوی سے متصل تھے۔ ان کی دیواریں اینٹوں کی تھیں۔ اور چھتیں کھجور کی شاخوں اور پتوں کی ہوتی تھیں۔ اور ان حجروں کے آگے کوئی صحن یا دالان نہ تھا۔ بارش کے وقت چھتوں پر بالوں کے بنے ہوئے کمل ڈالدیئے جاتے تھے۔ ہر حجرہ کی وسعت عموماً ۱۰، ۷ ہاتھ کی ہوتی تھی، اور بلندی قدم آدم سے کچھ زائد۔ دروازہ پر پردہ پڑا رہتا یا ایک پٹ کا کواڑ ہوتا تھا۔ یہ حجرے گویا حضور کے زنانہ مکان تھے۔ جہاں شب کو قیام رہتا تھا۔ دن کو قیام علی العموم مسجد میں صحابیوں کے درمیان رہتا تھا۔ اور یہ گویا حضورؐ کا مردانہ تھا۔ ان کے علاوہ ایک اور بالاخانہ تھا۔ جس پر حضورؐ نے زمانہ ایلاء میں قیام فرمایا تھا۔ یہ سب حجرے عہد حضرت عمر فاروق تک اپنے حال پر رہے حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے توڑ کر مسجد نبوی میں داخل کئے جانے لگے یہاں تک کہ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں ۸۸ھ ہجری میں جب عمر بن عبدالعزیزؒ والی مدینہ تھے۔ سب حجرے شامل مسجد ہو گئے صرف ایک حضرت عائشہؓ کا حجرہ اپنے حال پر رہا۔ اس لئے کہ وہی مدفن نبوی ہے۔ اور وہ خلق کی نظر سے مخفی و مستور ہے۔ اس لئے کہ ہر طرف سے بند اور بنی ہوئی چار دیواری کے اندر لے لیا گیا ہے۔

لہ اردو کی مستند کتابوں میں ان "بیوت النبیؐ" کا ذکر سیرۃ النبی (شبلی) جلد ۲ اور اصح السیر (عبدالرؤف دانا پوری) میں ملے گا۔

نے ۴ سنہ ہجری میں ان پر فوج کشی کی۔ مدینہ پر حاکم ابن ام مکتوم کو کر دیا۔ اور فوج کا علم حضرت علیؓ کو ملا۔ بنو نضیر کو یقین تھا کہ بنی قریظہ، بنو غطفان اور منافقین مدینہ سب ان کی امداد کو آئیں گے۔ کوئی نہ آیا۔ آخر میں وہ خود ہی آمادہ ہوئے کہ آلات حرب اور مکان اور قلعہ چھوڑ کر اپنے باقی مال و اہل و عیال کو لیکر باہر نکل جائیں اور یہ علاقہ خالی کر جائیں۔ چنانچہ جلاوطن ہوئے اور ۵۰ خود، ۵۰ زرہیں اور ۳۴۰ تلواریں ان کے پاس سے مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

(ال) جودی - جودی

پ ۱۲ - ھود - ع ۴

طوفان نوح کے سلسلہ میں قرآن میں ہے۔ اور کشتی آ ٹھیری جودی پر۔

ملک عراق میں جہاں ٹرکی اور ایران اور سویت روس تین ملکوں کی سرحدیں آکر ملی ہیں، وہاں ارارات کا سلسلہ کوہ ۲۵ میل لمبا اور ۱۲ میل چوڑا چلا گیا ہے جودی اسی کی ایک چوٹی کا نام ہے۔ جو جھیل وان کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اور اس جوار میں کردوں کی زبان پر یہ روایت چلی آتی ہے کہ کشتی نوح یہیں آکر رکی تھی۔

توریت میں ذکر کسی چوٹی کا نہیں بصرف سلسلہ کوہستان ارارات کا ہے (پیدائش ۸ : ۵)

ج

(ال) جبل پہاڑ
(الی ال) جبل پہاڑ (تک)

پ ۹۔ الاعراف۔ ع ۱۷ و ع ۲۱

لفظ اپنے مطلق معنی میں قرآن مجید میں بہت جگہ آیا ہے۔ کسی مخصوص ومتعین پہاڑ کے معنی میں صرف قصہ موسوی میں دو جگہ آیا ہے پہلی جگہ یوں کہ: (اللہ نے موسیٰ سے) فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے البتہ (اس) پہاڑ کی طرف دیکھو۔ اور دوسری جگہ یہ کہ: اور جب ہم نے اُن پر (یعنی بنی اسرائیل پر) پہاڑ کو معلق کردیا تھا اس طرح کہ گویا وہ سائبان۔

دونوں جگہ الجبل سے مراد کوہ طور ہے جیسا کہ قرآن مجید ہی میں دوسری جگہوں پر صراحت موجود ہے۔

ملاحظہ ہو عنوان: طور

(ال) جلاء۔ جلاوطنی

پ ۲۸۔ الحشر۔ ع ۱

یہود بنی نضیر کے سلسلہ میں قرآن مجید میں ہے کہ: اگر ان کے لئے جلاوطنی مقدر نہ ہو چکی ہوتی الخ

یہ قبیلہ شہر مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر شمال کی طرف حوالی شہر میں آباد تھا۔ ان کی شدید بدعہدی، غداری و سرکشی کی بنا پر رسول اللہ ﷺ

پڑے ہوئے ہیں۔ خود راس سفسفہ۔ جبل موسیٰ کی آخری شمالی چوٹی کا نام ہے۔ کوہ سفسفہ کی بلندی ۶۹۳۷ فٹ ہے۔ بہت سے فرنگی فاضلوں کا کہنا یہ ہے کہ کوہ سینا اور کوہ حورب (دب) مترادف ہیں۔

ملاحظہ ہو عنوان: اثنا عشرۃ عینا۔ نیز تفسیر ماجدی۔ پ۱۔ زیر آیت وإذا استسقی موسیٰ لقومہ الخ

حرماً (امنا) امن و امان والا حرم

پ۲۰۔ القصص۔ ع۶ پ۲۱۔ العنکبوت ع۷

پہلی آیت میں مشرکین مکہ کے جواب میں، جو یہ کہتے تھے کہ اگر ہم مسلمان ہو گئے تو ہم بھی اپنے وطن سے مار نکال دئے جائیں گے۔ ارشاد ہوا ہے کہ: کیا ہم نے انھیں امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں ہمارے پاس سے بطور کھانے کے؟ دوسری آیت میں پھر انھیں مشرکین مکہ کے سیاق میں ہے کہ۔ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی، کہ ہم نے ان کے شہر کو، امن و امان والا حرم بنا دیا ہے۔ درآنحالیکہ انکے گرد و پیش والوں کو نکالا جا رہا ہے۔

دونوں جگہ مراد شہر مکہ ہے۔ جو اس وقت تک تا متر محفوظ رہا تھا۔ اور جس کے حدود کے اندر کشت و خون بلکہ شکار تک مستقل طور پر ممنوع ہے۔

شہر مکہ کے حدود حرم فقہ کی کتابوں میں یہ لکھے ہوئے ہیں۔

مدینہ کی سمت میں۔ ۳ میل مقام تنعیم تک۔

جدہ کی " ۱۰ میل

ح

(اصحاب) الحجر۔ حجر (والے)

پ ۱۴ الحجر۔ ع ۶

ارشاد ہے کہ (حجر والوں نے پیمبر کو جھٹلایا۔ الحجر کا اطلاق شمالی عرب اور ملک شام کے درمیانی علاقہ پر ہوتا ہے۔ یہ حضرت صالحؑ کی قوم ثمود کا مسکن تھا قرآن مجید نے اسکا ذکر قوم لوط اور اصحاب الایکہ کے ساتھ کیا ہے۔ اس سے یہی اشارہ ہوتا ہے کہ تینوں خطہ باہم متصل تھے۔ جدید جغرافیہ میں اسی خطہ کو مدائن صالح کہتے ہیں۔

(ال) حجر۔ پتھر۔ چٹان۔

پ ۱۔ البقرۃ۔ ع ۷

حضرت موسیٰ کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ہے کہ: اپنا عصا (فلاں) چٹان پہ مارئیے تو پانی کا چشمہ جاری ہو جائے گا) ـــــ یہ ارشاد اس وقت ہوا ہے جب آپؑ مصر سے نکلنے کے بعد اپنی امت سمیت جزیرہ نمائے سینا میں دشت پیمائی کر رہے تھے۔ اور ان خشک پہاڑیوں میں سفر کرتے کرتے لوگ پیاس سے بے قرار ہو رہے تھے ـــــ یہ چٹان کہاں واقع ہے؟ ایک مسیحی سیاح کا چشم دید بیان ہے کہ یہ لیجا (Lejah) کی وسیع وادی میں راس سفسفہ کے قریب واقع ہے۔ اور اس کی بلندی ۱۰ سے ۱۲ فٹ تک ہے۔ اور یہ چٹان آگے کی طرف ذرا خم کھائے ہوئے ہے۔ بارہ چشموں یا ٹونٹیوں کے نشان اس پر اب تک

کچھ ایسا پتہ چلتا ہے کہ حنین جبل او طاس کی ایک وادی کا نام ہے اوطاس طائف کے شمال مشرق میں ۳۰، ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔

ب) دار (۱) (مع اس کے) مکان (کے)

پ۲۰۔ القصص۔ ع

قصۂ قارون میں آیا ہے کہ: پھر ہم نے اس کو مع اس کے مکان کے زمین میں دھنسا دیا۔

قرآن مجید میں یہ ذکر مختصر ہی ہے۔ توریت میں تفصیل کے ساتھ ہے۔
.... پھر اگر خداوند کوئی نئی بات پیدا کرے اور زمین اپنا منھ پھیلا کے اور ان کو اس سب سمیت جو ان کا ہے نگل جائے اور وہ جیتے جی گور میں جائیں تو تم جانیو کہ ان لوگوں نے خدا کی اہانت کی ہے اور یوں ہوا کہ جوں ہی موسیٰ یہ سب باتیں کہہ چکا تو زمین جو ان کے نیچے تھی پھٹی اور زمین نے اپنا منھ کھولا اور ان کے گھروں اور ان سب آدمیوں کو جو قرح کے تھے اور ان سب کے مال کو نگل گئی۔ سو وہ اور سب جو ان کے تھے۔ جیتے جی گور میں گئے اور زمین نے انھیں چھپالیا۔ اور جماعت کے درمیان سے فنا ہو گئے۔
(گنتی۔ ۱۶: ۲۶۔ ۳۳)

یہ واقعہ صحرائے سینا ہی کے کسی مقام پر پیش آیا۔ اس لئے کہ بنی اسرائیل اس زمانہ میں مسلسل سفر میں تھے اور اسی بیابان کے اندر نقل مقام کرتے تھے۔

یمن۔ } کی سمت میں ۰۰، میں
طائف }

حصون (ہم)۔ انکے قلعے۔ انکی گڑھیاں (جمع۔ واحد حصن)

پ۲۸۔ الحشر ع ۱

بعض کافراہل کتاب کے ذکر میں ہے کہ انھیں خیال تھا کہ انکے قلعہ انھیں اللہ کی گرفت سے بچالیں گے۔

اشارہ جوار مدینہ کے یہود بنی نضیر کی جانب ہے۔ یہ شہر مدینہ سے تقریبًا دو میل کے فاصلہ پر مسجد نبوی سے جنوب و مشرق میں آباد تھے۔ اور انکو بڑا ناز و اعتماد اپنی قلعہ بندی پر تھا۔ ان کی مسلسل عہد شکنیوں اور سازشوں پر انکی سرکوبی ۴ھ ہجری میں ہوئی۔ اور شکست کے بعد یہ جلا وطن کئے گئے۔

حنین۔ حنین۔

پ۱۰۔ التوبہ ع ۴

ذکر یوں آیا ہے اللہ نے بیشک بہت سے موقعوں پر تمھاری نصرت کی ہے اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنی کثرت (تعداد) پر غرہ ہو گیا تھا اور وہ کثرت تمھارے کچھ کام نہ آئی۔

قدیم مفسروں اور اہل سیر و تاریخ کے بیان کے مطابق ایک وادی تھی طائف کے راستہ میں مکہ سے قریب ہی، کوئی ۱۴ میل کے فاصلہ پر۔ جہاں فتح مکہ سے دو ہفتہ بعد شوال ۸ھ میں بنی ہوازن سے اور مسلمانوں سے سخت معرکہ پیش آیا تھا۔ حال میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے جاکر ذاتی تحقیق جو کی، اس سے

دیار (نا) (ہمارے) گھر۔ (ہمارے) وطن (جمع۔ واحد: دار)

پ ۲۔ البقرۃ۔ ع ۲۲

بنی اسرائیل کی زبان سے ادا کیا گیا ہے کہ: بھلا ہمارے لئے کون سا سبب ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کی راہ میں نہ لڑیں گے۔ درآنحالیکہ ہم نکالے جا چکے ہیں اپنے گھروں اور فرزندوں سے۔

یہ کہنے والے اسرائیلی حضرت شموئیل پیغمبر کے معاصر تھے۔ جن کا زمانہ مورخین کے نزدیک ۱۱۰۰ ق م سے ۱۰۲۵ ق م تک کا ہے۔ ملک شام قدیم میں ایک علاقہ افرائیم کے نام سے تھا۔ اس کے شہر راموہ میں آپ رہتے تھے۔ دیارنا سے یہی علاقے مراد ہیں۔ اس وقت ان علاقوں پر فلسطینیوں کے بے پناہ اور متواتر حملے ہو رہے تھے۔ پوری تفصیل قدیم یہودی مورخ جوزیفس (یوسف) کے صفحات میں ملے گی۔ اجمالی ذکر بائبل میں بھی ہے۔ (ا۔ سموئیل۔ ۴: ۳ و ۱۰ وغیرہ)

دیار (ہم)۔ اپنے شہروں (سے)، اپنے گھروں (سے)

پ ۲۔ البقرۃ۔ ع ۳۵

کسی غیر متعین پچھلی قوم کے تذکرہ میں ارشاد ہوا ہے کہ: (اے مخاطب) تو نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جو اپنے گھروں سے نکل پڑے اور وہ ہزارہا کی تعداد میں تھے موت کے ڈر سے۔

مفسرین نے مختلف ملکوں اور قوموں کے نام محض ظن و تخمین سے لکھ دیئے ہیں کوئی دلیل کسی خاص نام کی تعیین پر موجود نہیں۔ قرآن کا جو مقصد محض موعظت و تذکیر ہے وہ اس تعیین کے بغیر بھی حاصل ہے --- سیاق کے لحاظ سے

(فی) دار (ھم) ۔ (اپنے) گھروں (میں)

پ ۸ الاعراف ۔ ع ۱۱ ۔ پ ۸ الاعراف ع ۱۲ ۔ پ ۲۰ عنکبوت ۔ ع ۴

پہلی جگہ حضرت صالحؑ کی قوم ثمود کے سلسلہ میں ہے کہ انھیں زلزلہ نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ دوسری جگہ اور تیسری جگہ یہی مضمون حضرت شعیبؑ کی امت کے سلسلہ میں ہے۔

لفظی معنی گھر کے ہیں۔ قرآن مجید میں انہیں تین مقامات پر بلد یا مسکن کے مراد ف کے طور پر آیا ہے۔ تینوں جگہ مغضوب قوموں کی ہلاکت گاہوں کے موقع کے لیے آیا ہے۔

تینوں جگہ ہے کہ وہ لوگ نزول عذاب یا ظہور زلزلہ کے وقت اپنے اپنے مسکنوں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔

قوم شعیبؑ مدین میں آباد تھی۔ اور قوم صالحؑ شام کے جنوب اور عرب کے شمال میں۔

ملاحظہ ہو ل۔ عنوان مدین۔

دیار (کم) (اپنے وطن (سے))

پ ۱ ۔ البقرۃ ۔ ع ۱۰

یہود مدینہ کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے کہ تم سے تو عہد لے لیا گیا تھا کہ اپنوں کا خون نہ بہانا۔ اور اپنے لوگوں کو ان کے وطن سے باہر نہ نکالنا۔

عام مراد بنی اسرائیل کا وطن ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی آباد ہوں۔ یہاں مراد انکے وہ محلہ ہیں۔ جہاں ان کے مختلف قبیلے نواح مدینہ میں آباد تھے۔

اب آگے انجیل کی روایت ہے کہ ہیرودو کو نجومیوں نے بتایا کہ اسرائیلیوں کا آیندہ بادشاہ ایک گھر میں تولد ہوگیا، اور وہ گھر حضرت مریمؑ کے شوہر یوسف کا تھا جو نجاری کا پیشہ کرتے تھے ہیرودو نے چاہا کہ اس بچہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالے تاکہ آیندہ خرخشہ ہی باقی نہ رہے۔ مگر یوسف اس کے قبل ہی غیبی اطلاع پاکر مریمؑ و عیسیٰؑ کو ساتھ لے وطن سے مصر روانہ ہوگئے —— انجیل متی میں ہے :-

خداوند کے فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کر کہا کہ اٹھ، بچہ اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا۔ اور جب تک میں تجھ سے نہ کہوں وہیں رہنا۔ کیونکہ ہیرودیس اس بچہ کو تلاش کرنے کو ہے تاکہ اسے ہلاک کرے پس وہ اٹھا اور رات کے وقت بچہ اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو روانہ ہوگیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا۔" (۲۔ ۱۳ و ۱۴)

اور چونکہ ہیرودیس کی وفات بھی اس کے چند ہی مہینہ بعد ہوگئی اسلئے حضرت مریم کو وہاں طویل قیام کی ضرورت بھی نہیں پڑی۔ اور کچھ ہی روز بعد یہ قافلہ مصر سے شام واپس آگیا۔

متعدد مفسرین نے ربوۃ کی تفسیر مصرہی سے کی ہے۔

لیس الربی الا المصر (ابن کثیر عن ابن زید) و روی عن وھب بن منبۃ نحو ھذا (ابن کثیر) قال الکلبی و ابن زید ھی المصر (کبیر)

گو دوسرے اقوال رملہ۔ ایلیا، بیت المقدس وغیرہ سے متعلق بھی نقل ہوئے ہیں۔

مفسرین نے مفہوم یہ رکھا ہے کہ ایک قدیم قوم کو جب جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا حکم ملا تو وہ انبوہ در انبوہ وطن چھوڑ کر بھاگ نکلے لیکن تقدیر الہی سے بازی نہ لے جا سکے۔ بے وطنی کی حالت میں موت کا شکار ہوئے۔

✓

ربوۃ ذات قرار و معین۔ بلند زمین ٹھیرنے قابل اور شاداب
پ۱۸ المومنون ع ۳

حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کے ذکر میں آتا ہے کہ: ہم نے ابن مریم اور ان کی ماں کو ایک نشان (اپنی قدرت کا) بنا دیا۔ اور ہم نے انھیں ایک بلند زمین پر پناہ دی۔ جو ٹھیرنے کے قابل اور شاداب تھی۔

ربوہ کے لفظی معنی ٹیلے یا بلند زمین کے ہیں۔ ھی الارض المرتفع (کشاف)
ھی ما ارتفع من الجبل دون الارض (روح)

مفسرین نے اس مقام کے متعین کرنے میں نام دمشق، ایلیا، رملہ، بیت المقدس وغیرہ مختلف شہروں کے لئے ہیں۔ لیکن آوینھما (انھیں ہم نے پناہ دی) سے اشارہ یہ نکلتا ہے کہ وہ موقع کوئی خطرہ کا تھا۔

تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ :-

(۱) حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت ملک شام کا والی ایک ظالم و جابر قسم کا حاکم ہیرودیس (Herod) تھا۔

(۲) وہ زمانہ ملک میں نجوم و کہانت کے عروج کا تھا۔

ھا و فی تفسیر الزجاج کانوا فیھا) وجبلھم الذی کان فیہ الکھف (ا د
ادی الذی فیہ الکھف رناج)
اور اسی حیثیت سے اس کا ذکر جغرافیہ قرآنی میں آ سکتا ہے
قدیم جغرافیہ میں نام ایک مشہور شہر افسوس (بہ کسرۂ اول) کا آتا ہے
سکے کھنڈر (ل) پر موجودہ شہر ایاسلوک قائم و آباد ہے یہ سمرنا سے ۴۲
ل دور بحر روم سے ۷ میل کے فاصلہ پر ایشیائے کوچک میں واقع تھا
ریہ ظن غالب اصحاب کہف اسی شہر یا اسی نواح کے رہنے والے تھے۔
ملاحظہ ہو عنوان کہف

س

سبا ۔ (ملک) سبا

پ ۱۹ ۔ النمل ۔ ع ۲ پ ۲۲ سبا ۔ ع ۰

قرآن مجید میں اس ملک کا نام دو جگہ آیا ہے ۔ پہلی بار اس سلسلہ میں کہ
ضرت سلیمانؑ کو ہدہد نے آکر یہ خبر دی ہے کہ: میں آپ کے پاس (ملک)
سے ایک تحقیق خبر لایا ہوں ۔ دوسری بار یوں کہ : سبا والوں کے لئے
کے وطن ہی میں ایک نشان موجود تھا ۔
سبا عرب کے جنوب و مغرب کا وہی سرسبز و شاداب علاقہ ہے جسے
یمن و عسیر کہتے ہیں ۔ قرآن مجید ہی میں ہے کہ باغات کا سلسلہ متصل
طرفہ علاقہ بحر تک چلا گیا تھا ۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ان باغوں کی

(اصحاب ال) رس ۔ کنویں (والے) (شہر رس والے)

پ ۱۹ الفرقان ع ۴ پ ۲۶ . ق ۔ ع ۱

ذکر دو جگہ آیا ہے ۔ اور دونوں جگہ معذب قوموں کے شمول میں ۔ پہلی جگہ ہے : اور ہم نے اسی طرح ہلاک کیا عاد اور ثمود اور اصحاب رس کو ۔ اور دوسری جگہ ہے کہ : ان لوگوں کے قبل تکذیب کر چکے تھے قوم نوح اور اصحاب رس اور ثمود ۔

رس کے لفظی معنی کنوئیں کے ہیں ۔ لیکن یہ قول بھی نقل ہوا ہے کہ یہ ایک شہر کا نام ہے ۔ جو علاقہ یامہ میں تھا ۔ اور جہاں قوم ثمود کا کوئی قبیلہ آباد تھا موجودہ نقشہ میں یہ مقام وادی رمہ کے علاقہ میں ملتا ہے ۔ طول البلد مشرقی ۴۴ ۔ عرض البلد شمالی ۲۶

(ال) رقیم ۔ رقیم

پ ۱۵ ۔ الکہف ۔ ع ۱

لفظ قرآن میں ایک ہی جگہ آیا ہے کہف پر عطف ہو کر ۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ کہف والے اور رقیم والے ہماری نشانیوں میں کچھ عجیب چیز تھے ؟

رقیم کے اصلی معنی تو کتبہ یا لوح مزار کے ہیں ۔ اور اہل تحقیق نے یہی اختیار کئے ہیں لیکن ایک دوسرے معنی یہ بھی منقول ہیں کہ رقیم اس شہر کا نام تھا ۔ جہاں سے اصحاب کہف ہجرت کر گئے تھے یا یہ وہ پہاڑ تھا جہاں وہ غار واقع تھا ۔ ھی قریۃ اصحاب الکہف التی خرجوا

(ال) سدّین ۔ دو دیواریں ۔ دو پہاڑ ۔

پ ۱۶ ۔ سورۃ الکہف ع ۱۱

لفظی معنی آڑ یا روک یا حائل کے ہیں ۔ یہاں مراد پہاڑوں سے ہے ۔

(السدین الجبلین (ابن عباس) وھما جبلان (ابن جریر عن قتادۃ) یعنی بین جبلین (ابن جریر عن الضحاک)

قرآن مجید میں ذوالقرنین کے تیسرے سفر کے ذکر میں ہے کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو ان کے اس پار انھوں نے ایک قوم کو پایا جو گویا ان کی کوئی بات ہی نہیں سمجھتے تھے ۔ قرآن مجید ہی میں ہے کہ جو لوگ سرحد کے اس پار تھے وہ اُن باہر والوں کی تاخت سے تنگ تھے ۔ ذوالقرنین نے ان کی درخواست پر پہاڑی دروں کو چن دیا ۔ اور اس طرح ان حملہ آوروں یاجوجیوں ماجوجیوں کا راستہ بند کر دیا ۔

یہ مقام دنیا کے نقشہ میں کہاں واقع ہے ؟ یہ جزم و قطعیت کے ساتھ تو متعین نہیں کیا جا سکتا ، لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ ذوالقرنین سے مراد سکندر یونانی ہے تو عجب نہیں کہ اس سے مراد وہی سد سکندری ہو جو صدیوں اسی نام سے مشہور رہی ۔ یہ وسط ایشیا کے مشرقی علاقہ کے ضلع حصار میں مقام دربند میں واقع تھی ۔ بخارا سے کوئی ۱۵۰ میل جنوب مشرق میں ۔ عرض البلد ۳۰ درجہ شمال طول البلد ۶۷ درجہ مشرق ۔

وسعت ۳۰۰ میل مربع کی تھی۔ اور یہ سارا رقبہ خوشبودار درختوں اور طرح طرح کے لذیذ میووں اور پھلوں سے بھرا ہوا تھا۔

حضرت سلیمان کے زمانہ میں یہاں کی حکمران ایک ملکہ تھی جو بعد کو حضرت کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گئی۔ ملک کا مذہب شرک تھا۔ شمس پرستی و کواکب پرستی کا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ملک میں ۲۰۰ سے اوپر دیوی دیوتا پوجے جاتے تھے۔ اور معبود اعظم سورج دیوتا تھا۔ یہ قوم تجارت پیشہ تھی۔ اور بحری تجارت قوموں کو عموماً دولتمند بنا ہی دیتی ہے۔ یہ لوگ بحری راستہ سے سامان تجارت ہندوستان اور درمیانی ملکوں سے لاتے تھے اور پھر یمن سے ملک شام کو لے جاتے تھے۔ اور اسی مسلسل دوطرفہ تجارت سے مالا مال ہو گئے تھے۔

ملاحظہ ہوں عنوانات: بلدة طيبة ۔ سيل العرم

اسبا ۔ سبیل مقیم ۔ آباد راستہ (پ)

پ۱۴ ۔ الحجر ۔ ع ۵

مقیم وہ راستہ ہے جو خوب چلتا ہوا ہو۔ ثابت یسلکه الناس (کشاف) ارشاد قوم لوط کی برباد شدہ بستی کے سلسلہ میں یہ ہوا ہے کہ: وہ ایک آباد راستہ پر ملتی ہے آباد راستہ سے مراد عرب و شام کے درمیان چلتا ہوا تجارتی قافلوں کا راستہ ہے سدوم عمورہ وغیرہ کے برباد شدہ شہر یا ان کے کھنڈر بحر لوط یا بحر مردہ کے کنارہ عین اسی راستہ پر واقع تھے جس پر حجاز و شام کے درمیان قافلے آتے جاتے رہتے تھے۔ اور اس سے قرآن مجید کے مخاطبین اول یعنی اہل عرب خوب واقف و مانوس تھے۔

اور (ہم نے) ایک اور درخت بھی (پیدا کیا) جو طور سینا، میں پیدا ہوتا ہے
اور دوسری جگہ صرف یہ کہ قسم ہے طور سینین کی۔
براعظم ایشیا جہاں براعظم افریقہ سے ملتا ہے۔ وہیں یہ مثلث نما ایشیائی
جزیرہ نما سینا واقع ہے۔ شمال میں بحر روم ہے۔ مغرب میں نہر سوئز اور جنوب
میں بحر احمر۔ صرف مشرق میں خشکی سے متصل ہے۔ شام و فلسطین کی سرزمین سے
طول میں زیادہ سے زیادہ ۲۳۰ میل ہے۔ اور عرض میں زیادہ سے زیادہ ۱۵۰
میل۔ رقبہ ۲۳ ہزار ۸ سو مربع میل ہے۔ ملک کا بیشتر حصہ غیر آباد ہے اور خشک
پہاڑیوں اور ریگستان پر شامل ہے۔ آبادی ۱۹۴۷ء کی مردم شماری کے مطابق
۳۷ ہزار سے کچھ اوپر ہے۔ پہاڑیوں کی بلندیاں عموماً ۷،۸ ہزار فٹ کی ہیں
علاقہ اپنی خشکی اور ویرانی کے لئے مشہور ہے۔ اب مقبوضات مصر میں سے
ہے۔ کوہ طور اسی ملک میں ہے۔

ش

شاطئ (الواد الایمن) اس میدان کی داہنی جانب سے۔

پ ۲۰۔ (القصص ع ۴)

قصہ موسیٰ میں ارشاد ہوا ہے کہ: انہیں آواز آئی اس مبارک
مقام میں میدان کی داہنی جانب سے۔
مراد وادی کوہ طور کا داہنا پہلو ہے۔ یعنی وہ سمت جو حضرت موسیٰ

سیل العرم ۔ بند کا سیلاب ۔

پ۲۲ ۔ سبا ۔ ع ۲

اہل سبا کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے کہ: ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑا
سد مارب ایک مشہور تاریخی بند ہے جو پہاڑوں کے پانی کے ذخیرہ کے
لئے بنایا گیا تھا۔ اور آبپاشی کے لئے اتنا بڑا ذخیرہ اپنی نظیر آپ تھا۔ موجودہ
شہر صنعاء سے کوئی ۶۰ میل مشرق اور سطح سمندر سے ۳۹۰۰ فٹ بلند۔
قوم سبا ایک بڑی متمدن قوم تھی۔ اس کا یہ لانبا چوڑا بند اس کے انجینیرنگ
کی فن کاری کا اعلا نمونہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر آٹھویں صدی قبل
مسیح میں نعمان بن عاد کے عہد حکومت میں ہوئی تھی۔ نعمان کا لقب ذوالنسور تھا
اس لئے کہ اس کی عمر سات عقابوں کے برابر ہونے والی تھی (نسر عقاب کو
کہتے ہیں) طول میں یہ بند ۵۰ افٹ تھا اور عرض میں ۵۰ فٹ۔ کوئی ۱۳ سو
برس قائم رہنے کے بعد ظہور اسلام سے کچھ ہی قبل ٹوٹا ہے تخمیناً ۵۴۲ء میں
اور اس کے ٹوٹنے سے ملک میں عظیم انقلاب آگیا۔ ساری قوم تباہ ہو کر رہ
گئی۔ اور پھر وہ تمدن نہ ابھر سکا

ملاحظہ ہوں عنوانات بلدۃ طیبۃ۔ سبا

(طور) سینا ،
(طور) سنین ۔
} سینا ، سینین ۔ ایک ہی نام کے دو تلفظ ہیں ۔

پ۱۸ ۔ سورۂ مومنون ع ۱ ۔ پ۳۰ ۔ سورۃ والتین
ذکر دو جگہ آیا ہے۔ اور دونوں جگہ طور کا مضاف الیہ ہو کر۔ پہلی جگہ یہ ہے:

یں بہ طور علم کام دینے والی۔

صفا کے لفظی معنی صاف پتھر یا خالص چٹان کے ہیں۔ (الصفاء المجادۃ الصافیۃ (راغب) قال المبرّد هو کل حجارۃ لایخالطہ غیرہ من طین او تراب (روح)

الصفا اور المروہ کسی زمانہ میں خانہ کعبہ اور مسجد حرام کے قریب میں دو پہاڑیاں تھیں۔ اب معمولی بلندیاں او نچے چبوتروں یا چٹانوں کی طرح رہ گئی ہیں۔ ان میں سے صفا حرم شریف کی داہنی جانب ہے۔ دونوں کے درمیان فاصلہ ۴۹۳ قدم کا ہے۔ یعنی کوئی ۳ فرلانگ —— روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت ہاجرہ، اپنے اور اپنے شیر خوار صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل کے لئے پانی کی تلاش میں انہیں دونوں پہاڑیوں کے درمیان مضطربانہ بار بار آتی جاتی رہی تھیں، کہ شاید کوئی قافلہ آتا جاتا نظر آ جائے۔ اور اس کے ساتھ پانی کا ذخیرہ ہو۔

عہد جاہلیت میں صفا پر اساف نامے ایک بدکار مرد کا مجسمہ عبرت کیلئے کھڑا کر دیا گیا تھا۔ رفتہ رفتہ لوگوں نے بت بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی۔
حج کے مناسک میں سے ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان آٹھ بار آمد و رفت ہے۔ ملکیہ و شافعیہ کے ہاں فرض، حنفیہ کے ہاں واجب اور حنابلہ کے ہاں سنت۔

کسی زمانہ میں یہاں بالکل ویرانہ تھا۔ مگر اب تو خوب آبادی اور چہل پہل رہتی ہے۔ ہر طرح کی دوکانیں لگی ہوئی۔ گویا مکہ کا چوک بازار

ملاحظہ ہو عنوان: مروہ۔

کے بھی داہنی جانب تھی۔

ملاحظہ ہوں عنوانات: بقعۃ المبارکۃ۔ طور۔ طویٰ۔

(تحت ال) شجرۃ۔ درخت (کے نیچے)

پ ۲۶۔ الفتح۔ ع ۳

بیعت حدیبیہ کے سلسلہ میں ہے کہ: بیشک اللہ خوش ہوا ان مومنین سے جبکہ وہ آپؐ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

رسول اللہؐ نے جب حدیبیہ میں صحابہ سے جنگ وقتال کے لئے بیعت لی ہے۔ تو آپؐ ایک حضرت کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ یہ درخت کیکر (سمرہ) کا تھا۔ اور بعض روایتوں میں (گو وہ زیادہ قوی نہیں) یہ بھی بیان ہوا ہے کہ وہ درخت حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک محفوظ رہا، اور متبرک سمجھا جاتا رہا۔ لیکن جب آپؓ نے دیکھا کہ عقیدت وہم پرستی میں تبدیل ہوتی جارہی ہے۔ تو آپ نے شرک وشبہ شرک کو مٹا ڈالنے کے لئے اسے جڑ سے کٹوا دیا

(ال) صفا۔ صفا

پ ۲۔ البقرۃ۔ ع ۱۹

ذکر یوں آیا ہے۔ صفا ومروہ بیشک اللہ کے شعائر ہیں ـــــــ یعنی یہ کسی دیوی دیوتا کی یادگار نہیں۔ یہ تو اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ دین الٰہی کا

پر ہوتا ہے۔ لیکن حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے سلسلہ میں جبل طور سے مراد جبل سینا ہوتا ہے۔ لیکن خود جبل سینا کی کوئی ایک چوٹی نہیں۔ متعدد چوٹیاں ہیں انہیں میں سے کسی کا نام طور ہوگا۔ اکثر کا اب یہ خیال ہے کہ اس سے مراد جبل موسیٰ ہے جس کی بلندی ۷،۳۵۹ فٹ ہے

قرآن مجید میں اس کا ذکر کئی حیثیتوں سے آیا ہے۔ ایک یہ کہ جب بنی اسرائیل کو شریعت مل چکی ہے۔ تو ان پر یہ پہاڑ معلق کر دیا گیا تھا۔ سورہ البقرہ میں دونوں جگہ تقریباً ایک ہی عبارت میں یہی ذکر آیا ہے۔ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور ہم نے تمہارے اوپر کوہ طور بلند کیا کہ مضبوطی کے ساتھ اس کتاب کو پکڑے رکھو جو ہم نے تم کو دی ہے۔ تیسری مرتبہ سورۃ النساء میں یہی ذکر اسی سیاق میں ہے۔

سورہ مریم، سورہ طٰہٰ اور سورہ القصص میں مکرر کل ۴ جگہ ذکر اس سیاق میں ہے کہ حضرت موسیٰ کو نبوت اسی پہاڑ پر عطا ہوئی۔ پہلی جگہ ہے: اور ہم نے موسیٰ کو طور پر (ان کے) داہنے جانب سے آواز دی، اور ہم نے ان کو راز کی گفتگو کے لئے مقرب بنایا۔ اور دوسری جگہ یوں۔ اے بنی اسرائیل ہم نے تمھیں تمھارے دشمن سے نجات دی اور تم نے وعدہ کیا طور کی داہنی جانب سے تیسری جگہ یہ کہ: پھر جب موسیٰ اس مدت کو پورا کر چکے اور اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوئے تو انھوں نے طور کی سمت ایک آگ دیکھی۔ چوتھی بار اس طرح: اور نہ آپ طور کے پہلو میں موجود تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی تھی۔ پانچویں مرتبہ اسی سورۃ میں نام کے ساتھ نہیں

صیاصیہم ۔ (ان کے) قلعے (جمع، واحد: صیصۃ)

پ ۲۱ ۔ الاحزاب ۔ ع ۳

غزوۂ احزاب کے سلسلہ میں حملہ آور مشرکوں کے ذکر میں مسلمانوں سے خطاب کرکے ہے کہ جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی اللہ نے انھیں ان کے قلعوں سے اتار دیا، اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا۔

اہل کتاب سے مراد یہود بنی قریظہ ہیں جو حوالی مدینہ میں اپنے بڑے بڑے قلعوں میں قلعہ بند رہا کرتے تھے۔ اس وقت تک مسلمانوں کے حلیف تھے بدعہدی کرکے مشرکوں کے شریک ہوگئے، اور قتل اور اسیری دونوں کے مستحق قرار پائے واقعہ شوال ۴ھ، ۵ھ ہجری کا ہے۔

ط

(ال) طور ۔ کوہ طور

طور (سینا)

طور (سینین)

پ ۱ ۔ البقرۃ ۔ ع ۸ و ع ۱۱ ۔ پ ۶ ۔ النساء ۔ ع ۲۲ ۔ پ ۱۶ ۔ مریم ع ۴ ۔

پ ۱۶ ۔ طٰہٰ ۔ ع ۴ ۔ پ ۲۰ ۔ القصص ۔ ع ۳ و ع ۵ ۔ پ ۲۷ ۔ الطور ۔ ع ۱ ۔ پ ۳۰ ۔ والتین

طور مطلق پہاڑ کو بھی کہتے ہیں ۔ قیل اسم لکل جبل (راغب) اور جزیرہ نمائے سینا کے ایک مخصوص ومتعین پہاڑ کا بھی نام ہے ۔ الطور اسم جبل مخصوص (راغب) جدید جغرافیہ کا بیان ہے کہ طور کا اطلاق جزیرہ نمائے سینا کے متعدد پہاڑوں

اگر قبول کرتے ہو جب تو خیر ورنہ یہیں تمھارا مدفن بنے گا۔" (ایضاً)

ہمارے مفسرین نے صحابہ و تابعین کی زبان سے جو آثار نقل کئے ہیں ان میں بھی روایتیں اسی سے ملتی جلتی ہوئی ہیں۔

طویٰ ۔ طویٰ

پ۱۶ ۔ طٰہٰ ۔ ع ۱ ۔ پ۳۰ ۔ والنازعات ع ۱

حضرت موسیٰ کو خطاب ہوا جب وہ وادی طویٰ سے گزر رہے تھے کہ:۔ "بیشک تم ایک پاک میدان لعنی طویٰ میں ہو۔ دوسری جگہ یہ ہے کہ: جب وہ وادیٔ پاک سے گزر رہے تھے تو اس وقت ان کے پروردگار نے انھیں پکارا"

طویٰ اسی میدان کا نام ہے جو جزیرہ نمائے سینا میں کوہ سینا کے عین دامن میں واقع ہے۔ حضرت موسیٰ کو یہیں ایک خصوصی تجلیٔ حق نظر آئی تھی

(ال) عدوۃ (الدنیا) (نزدیک والا) کنارا
(ال) عدوۃ (القصویٰ) (دور والا) کنارا

پ۱۰ ۔ الانفال ۔ ع ۵

غزوہ بدر کے سلسلہ میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے: (یہ وہ وقت تھا) جب تم (میدان جنگ کے) نزدیک والے کنارے پر تھے،

البتہ اشارۃً یوں ذکر ہے: اور آپ (پہاڑ کی) مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو احکام دیئے تھے۔

یہ دو پہلو ہو گئے۔ تیسری حیثیت سے ذکر سورۃ المومنون میں یہ آیا ہے کہ: اور ایک اور درخت بھی (پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے، جو اگتا ہے کھانے والوں کیلئے روغن اور سالن لئے ہوئے۔ اور اس سے مراد شجر زیتون ہے۔

چوتھی حیثیت سے ذکر صرف قسم کے موقع پر آیا ہے۔ سورۃ الطور اور سورۃ والتین میں۔

قوم کے اوپر پہاڑ بلند کرنے کی صورت کیا ہوئی تھی؟ اس کی کچھ تفصیل توریت میں ملتی ہے۔

"وہ پہاڑ کے نیچے آ کھڑے ہوئے اور کوہ سینا پر زیر و بالا دھواں تھا کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اس پر اترا۔ اور تنور کا سا دھواں اس پر اٹھا۔ اور پہاڑ سراسر ہل گیا" (خروج۔ ۱۹۔ ۱۷۔ ۱۸)

اور توریت کی جو ضخیم و مستند شرح تالمود کے نام سے یہود کے پاس موجود ہے۔ اس میں تفصیل مزید ہے:۔

حق تبارک و تعالیٰ نے ان کے اوپر کوہ سینا کو الٹ دیا۔ جس طرح کوئی بڑا ظرف الٹ دیا جاتا ہے۔ اور کہا کہ اگر تم توریت کو قبول کرتے ہو جب تو خیر ورنہ سب یہیں دفن ہو کر رہ جاؤ گے۔ (جیوش انسائیکلوپیڈیا۔ جلد ۴ صد ۳۲۱)

خدا نے پہاڑ کو الٹ کر ان لوگوں پر اوندھا کر دیا اور ان سے کہا کہ توریت کو

سے کوئی ۱۲ میل کے فاصلہ پر کئی میل کے رقبہ کا ایک لمبا چوڑا میدان پڑتا ہے
اسی کا نام عرفات ہے۔ اس کے جنوبی حدود پر طائف کی مشرقی پہاڑیاں
واقع ہیں۔ اور اسی میدان میں عرفات نام کی ایک پہاڑی بھی واقع ہے
جس کا دوسرا اور مشہور نام جبل الرحمۃ ہے۔ سطح زمین سے کوئی دو سو فٹ
بلند۔ اور یوم الحج کو خطیب یہیں سے خطبہ دیتا ہے۔ سطح سے چوٹی تک
۹۰ زینہ پڑتے ہیں۔

سال بھر یہ میدان سنسان پڑا رہتا ہے صرف ایک دن یعنی یوم الحج ۹ ذی الحجہ
کو اس کی پوری کسر نکل آتی ہے۔ اس روز یہ میدان دوپہر سے لے کر شام تک
انسانوں اور ان کی سواریوں سے کھچا کھچ بھر جاتا ہے۔ چہل پہل صبح ہی سے
شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر دوپہر سے ہزارہا انسان تو خشوع و خضوع کے
ساتھ عبادت و مناجات، توبہ و استغفار اور گریہ و زاری میں لگے رہتے ہیں
۔ اور ہزاروں کو دعوت اور ضیافت کی سوجھتی ہے۔ طرح طرح کی دیگیں
چڑھی رہتی ہیں۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جنت سے بچھڑنے کے بعد
یہیں آدمؑ و حواؑ میں ملاقات ہوئی تھی۔ اور اسی "تعارف" کی یادگار میں
مقام کا نام ہی عرفات پڑ گیا۔

اور وہ دور والے کنارے پر اور قافلہ تم سے نیچے کی جانب کو تھا۔

"تم" سے مراد لشکر مومنین ہے اور "وہ" سے مراد لشکر قریش۔ جو بدر میں ایک دوسرے کے دوبدو تھے۔ مسلمانوں کی فوج مدینہ سے آئی تھی۔ اور (مشرکین) قریش کی مکہ سے۔

عدوۃ الدنیا قدرۃ وہ پہاڑی کہلائی جو مدینہ سے قریب تر تھی۔ شاہ راہ سے جو شاہراہ مدینہ کے قریب ہے گزرتی ہوئی مکہ کو جاتی تھی۔ اسی پر منزل بدر کی حدود سے ذرا پہلے جو پہاڑی شمال و مغرب کی سمت میں تھی، وہ مسلمانوں کی لشکرگاہ تھی۔

عدوۃ القصویٰ۔ مدینہ سے بعید تر حصہ تھا، یہ پہاڑی بدر کے جنوب اور مشرق میں تھی۔ سردار قریش عمر بن ہشام مخزومی جو بعد کو ابوجہل کے نام سے مشہور ہوا اپنی فوج کا پڑاؤ یہیں ڈالے ہوئے تھا۔

بدر کی زمین پہاڑی اور چٹانی تھی۔ اور اس لئے قدرۃ بلند بھی۔ ساحل سمندر کی زمین جہاں سے قافلہ کترایا ہوا گزر رہا تھا وہ قدرۃ نشیبی تھی۔

ملاحظہ ہو عنوان: بدر

عرفات۔ عرفات

پ ۲۔ البقرۃ۔ ع ۲۵

مناسک حج کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے کہ، جب تم عرفات سے واپس ہونے لگو۔ الخ

مکہ معظمہ سے مشرق کی جانب جو سڑک طائف کو جاتی ہے۔ اس پر مکہ

قِبْلَةٌ قبلہ

(ال) قبلۃ

پ۲ - البقرۃ - ع ۱۷ (تین بار) پ۱۱ - یونس - ع ۹

پہلی بار رسول اللہؐ کو خطاب کرکے ارشاد ہوا ہے کہ: ہم ضرور اس قبلہ کی طرف آپ کا رخ کر دیں گے۔ جسے آپ چاہتے ہیں۔ دوسری جگہ اہل کتاب سے متعلق ہے کہ: یہ لوگ ایک قبلہ پر متفق نہیں۔ تیسری جگہ رسول اللہؐ کو مخاطب کرکے ہے کہ جس قبلہ پر آپ اب تک تھے۔ اسے اسی لئے تو ہم نے رکھا تھا کہ ہر رسول کے اتباع کرنے والوں کو پہچان لیں۔ چوتھی جگہ بنی اسرائیل کو مصر میں حکم ملا ہے کہ: اپنے گھروں کو قبلہ بنا لو۔

قبلہ کے عام و متعارف معنی اس مکان کے ہیں۔ جس کے مقابل چہرہ کرکے نماز پڑھی جائے۔ صلواسما للمکان المقابل المتوجہ الیہ للصلوٰۃ (راغب) البتہ ایک جگہ یعنی سورہ یونس کی آیت میں اکثر مفسرین نے اسے نماز کی جگہ، نماز گاہ یا مصلے کے معنی میں لیا ہے۔ اسے مصلیٰ (بیضاوی۔ روح وغیرہا)

مسلمانوں کا مسلّم قبلہ، خانہ کعبہ ہے۔ جہاں سے جس سمت میں بھی پڑے۔ دنیا میں اسلام کے علاوہ دوسرا مذہب جو وحی و سلسلہ نبوت کا قائل ہے۔ اور آج ایک خاصی حد تک اپنی اصلی شکل میں موجود ہے۔ وہ یہودیت ہے،

(۱۵۱) غار ۔ غار ۔ کھوہ

پ۱۰ ۔ التوبہ ۔ ع ۶

رسول اللہ صلعم سے متعلق مومنین سے ارشاد ہوا ہے کہ: تم لوگ اگر ان کی مدد نہ کرو گے تو ان کی مدد تو (خود) اللہ کر چکا ہے ۔ جبکہ دو میں سے ایک وہ تھے دونوں غار میں (موجود) تھے ۔

اشارہ ہے واقعہ ہجرت کی طرف ، جب آپ ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوی میں ابو بکرؓ کو اپنے ساتھ لئے ہوئے خلق کی نظر سے چھپتے ہوئے مکہ سے مدینہ کی جانب غیر معروف راستہ سے روانہ ہو گئے تھے ۔ راہ میں ایک غار میں آپؐ نے تین دن تک قیام فرمایا تھا ۔ اسکا نام غار ثور ہے ۔ مضافات مکہ میں مکہ سے جنوب و مشرق میں واقع ہے ۔ یہ مدینہ کے اصل راستہ میں نہ تھا ۔ اس سے ذرا ہٹ کر تھا ۔ اور آپؐ نے قصداً یہ چکر کا راستہ اختیار کیا تھا ، کہ تعاقب کرنے والوں کو آپ کا پتہ نہ چل سکے ۔ یہ اب تک موجود ہے ۔ اور اسکا دہانہ اب تک اتنا تنگ ہے کہ اندر ایک آدمی صرف لیٹ ہی کر جا سکتا ہے ۔

والقری التی بورکت فیہا بلاد الشام باجماع من المفسرین (بحر عن۔ ابن عطیہ)

یعنی یہاں سے وہاں تک، جنوب سے شمال تک۔ یمن سے شام تک لب سڑک برابر شہر آباد تھے۔

ملاحظہ ہو عنوان: قری ظاہرۃ

قریٰ ظاھرۃ۔ دور سے نظر آجانے والی بستیاں

پ ۲۲۔ سبا۔ ع ۲۔

اہل سبا کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے کہ: ہم نے ان لوگوں کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی۔ دور سے نظر آجانے والی بستیاں آباد کر رکھی تھیں۔

مراد ایسے شہروں سے تھی جو عام شاہراہ سے بہ آسانی نظر آجائیں۔ آج کی اصطلاح میں "لب سڑک" آبادیاں۔ گویا ارشاد یہ ہوا ہے کہ یمن (سبا) اور شام کے درمیان خوب پر رونق آبادیاں قائم ہو گئی ہیں۔ سبا کا تمدن ایک مشہور تاریخی تمدن ہے۔ اور شام کی سرسبزی و شادابی محتاج بیان نہیں

ملاحظہ ہو عنوان: قری (التی بارکنا فیہا)

قریۃ۔ بستی

پ ۳۔ البقرۃ۔ ع ۳۵

ارشاد ہوا ہے کہ [اے مخاطب تو نے کیا اس شخص کے حال پر نظر نہیں کی] جو ایک بستی پر سے گزرا اسی حال میں کہ وہ اپنے چھتوں کے بل گری پڑی تھی۔

قبلہ یا سمت عبادت کا وجود اس میں بھی ہے۔ اور یہود کا قبلہ بیت المقدس ہے۔ شروع اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ بھی انبیا سابقین کے اتباع میں بھی بیت المقدس رہا۔ ہجرت کے ۱۶ مہینہ بعد تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ اور آنحضور نے نماز بجائے شمال میں بیت المقدس کی طرف پڑھنے کے جنوب میں خانہ کعبہ کی طرف پڑھنا شروع کر دی۔

قبلتک ۔ تیرا قبلہ۔ آپ کا قبلہ۔

پ ۲۔ البقرۃ۔ ع ۱۷

مراد رسول اللہ کا جدید قبلہ یعنی خانہ کعبہ ہے۔

ملاحظہ ہو عنوان : قبلۃ

قبلتھم ۔ اُن کا قبلہ

پ ۲۔ البقرۃ۔ ع ۱۷ (دو بار)

مراد دونوں جگہ یہود کا قبلہ یا بیت المقدس ہے۔

ملاحظہ ہو عنوان : قبلۃ

قُری (التی بارکنا فیھا) (وہ بستیاں جن میں ہم نے برکت رکھدی تھی)

پ ۲۲۔ سبا۔ ع ۲

اہل سبا کے سلسلہ میں آیا ہے۔ کہ ہم نے ان لوگوں اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھدی تھی۔ دور سے نظر آجانی والی بستیاں آباد کر رکھی تھیں۔

مراد ملک شام کے مقامات اور شہر ہیں۔ جو ہر دنیوی نعمت سے مالا مال تھے

"اور شاگرد پہلے انطاکیہ میں مسیحی کہلائے" (اعمال۔ ۱۱: ۲۶)
ورنہ اس کے قبل مسیحیت کی حیثیت کسی مستقل مذہب کی نہیں بلکہ صرف یہودیت کے ایک فرقہ کی تھی۔ مسیحیت کی تاریخ میں اس شہر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

(نمبر ۵) **القریة** ۔ (یہ) بستی

پ ۱۔ البقرۃ۔ ع ۶۔ پ ۹۔ الاعراف ع ۲۰

دونوں جگہ بنی اسرائیل کی تاریخ قدیم کے سیاق میں خفیف فرق عبارت کے ساتھ ہے کہ: ہم نے ان سے کہا کہ اس بستی میں اتر پڑو اور وہاں کھاؤ پیو جہاں سے بھی تم چاہو۔

یہ شہر کون سا تھا؟ ممکن ہے کہ فلسطین کا مشہور شہر اریحا ہو۔ جس کو اب انگریزی میں Jericho کہتے ہیں۔ یہ بحر مردہ کے شمالی ساحل سے ۵ میل مغرب میں واقع ہے۔ اسے اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰ کے بعد حضرت یوشع کے زمانہ میں فتح کیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے اشارہ شہر سطیم کی طرف ہو۔ یہ علاقہ موآب میں واقع ہے۔ جو بحر مردہ کے مشرق میں ہے۔ شہر بحر مردہ کے شمال و مشرق میں دریائے یردن کے مشرقی (بائیں) کنارہ پر واقع ہے۔ بنی اسرائیل کی صحرا نوردی کے دور میں یہ شہر گویا ان کا سرحدی ناکا تھا۔ عربی میں اس کو وادی الشار اور وادی ستی مریم بھی کہتے ہیں۔

یہ بستی کون سی تھی؟ ــــــ اسکا جواب بڑی حد تک اس پر منحصر ہے کہ یہ گزرنے والے صاحب کون تھے؟ اگر یہ صاحب، حضرت عزیز پیغمبر تھے جیسا کہ بعض صحابہ اور تابعین سے منقول ہے۔ تو عجب نہیں کہ یہ اجڑا ہوا شہر یروشلم یا بیت المقدس ہو۔ جو تاجدار بابل بخت نصر کے ہاتھ سے ۵۸۶ھ ق، م میں پوری طرح تاخت و تاراج ہو چکا تھا۔ حضرت عزیز کا زمانہ پانچویں صدی قبل مسیح کا ہے۔ اور سنہ وفات غالباً ۴۵۸ھ۔ ق، م۔

(اصحاب) **القریۃ** - بستی (کے لوگ)

پ ۲۲ - یٰسٓ - ع ۲

ارشاد ہوا ہے کہ۔ ان کے سامنے بستی والوں کا حال بیان کیجئے جبکہ انکے پاس فرستادے آئے۔

یہ ذکر کس قریہ کا ہے؟ مفسرین اس سے اشارہ شام کے شہر انطاکیہ (Antioch) کی طرف سمجھے ہیں۔ جہاں مسیح کی طرف سے دو پیامبر گئے تھے۔ (رسول - سامی معنی میں نہیں)

انطاکیہ۔ جو شہر حلب سے ۷۰ میل جانب مغرب واقع ہے۔ شام کے مشہور ترین شہروں میں تھا۔ بنیاد ۳۰۰ھ، ق۔م میں پڑی تھی۔ دامن کوہ میں دریائے اورنٹز کے کنارے واقع تھا۔ اور بڑا اگل دگلزار شہر تھا۔ ساحل بحر سے کل ۱۵ میل کے فاصلہ پر۔ مدتوں شام کا دار الحکومت بھی رہا ـــــ مسیحیت کی تاریخ میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ خود لفظ "مسیحی" اور "مسیحیت" کی پیدائش اسی شہر میں ہوئی۔ عہد جدید میں ہے:۔

(ال) قریۃ (التی کانت تعمل الخبائث) (وہ) بستی (جو گندے کاموں میں پڑی رہتی تھی)

پ۱۷۔ الانبیاء۔ ع ۵

حضرت لوطؑ کے ذکر میں ہے کہ: ہم نے انھیں اس بستی سے نجات دے دی جس کے رہنے والے گندے کاموں میں پڑے رہتے تھے۔ مراد سدوم اور عمورہ کے شہر ہیں۔ جو بدکاریوں کے مرکز تھے۔ اور جو قہر الٰہی سے بالکل تباہ کر دیئے گئے۔ توریت میں حضرت ابراہیمؑ کی مناجات و سفارش کے جواب میں بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔ کہ فسق سے بچے ہوئے وہاں گنتی کے چند نفوس بھی نہ نکلے۔

توریت میں علاوہ سدوم و عمورہ کے اور شہروں ادمہ اور ضبوئم اور ضغر کے نام بھی اسی سلسلہ میں آتے ہیں۔ (پیدائش۔ ۱۰: ۱۹۔ ۱۴: ۲ و استثناء۔ ۲۹: ۲۳)

یہ شہر موجودہ بحر مردہ کے جنوب میں واقع تھے۔ ان شہروں کی بربادی اتنی سخت و ہولناک تھی کہ عہد عتیق کے متعدد صحیفوں میں مختلف پیمبروں کی زبان سے اسکا تذکرہ بہ طور ضرب المثل کے آیا ہے۔ اور عہد جدید میں حضرت مسیح کی زبان سے بھی اسی معنی میں نقل ہوا ہے۔ (متی ۱۰: ۱۵ لوقا ۱۷: ۲۹)

ملاحظہ ہوں۔ عنوانات: (ہذہ) القریۃ (۲)، قریتکم (ال) موتفکات

(ہذا) القریۃ (یہ) بستی۔

پ۲۰۔ العنکبوت۔ ع۔۴ (دوبار)

فرشتوں کے سلسلہ میں ہے کہ وہ جب قالب انسانی میں حضرت ابراہیم کے پاس آئے تو: بولے کہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں بیشک وہاں والے بڑے بدکار ہیں۔

یہ فرشتے حضرت لوط کی بدکار امت کو ہلاک کرنے جارہے تھے۔ اشارہ حضرت لوط کے شہر سدوم اور اس کے ملحقات کی جانب ہے۔ توریت میں نام دو شہروں کے بار بار آئے ہیں۔ سدوم اور عمورہ۔ اور تین اور شہروں کے نام بھی اسی سلسلہ میں آئے ہیں۔ ادمہ۔ ضبوئیم اور ضغر

ملاحظہ ہوں عنوانات: قریتکم۔ (ال) موتفکات۔

قریتک (التی اخرجتک) (آپ کی) بستی (جس نے آپ کو نکال دیا)

پ۲۶۔ محمد ع ۲

رسولؐ کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا ہے کہ: کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم ہلاک کرچکے ہیں۔ جو آپ کی اس بستی سے کہیں زیادہ قوت رکھنے والی تھیں جس نے آپؐ کو اپنے ہاں سے نکالا ہے۔

مراد ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ ہے، جہاں سے رسول اللہ صلعم کو ہجرت کرنا پڑی تھی۔

ملاحظہ ہوں عنوانات: بکۃ۔ بلد الامین۔ بلد الحرام۔ مکۃ۔

مفسرین نے بالعموم اس سے مراد مصر ہی کا وہ حصہ لیا ہے جس میں یہ اہل قافلہ آکر ٹھہرے تھے۔ یا جہاں چوری برآمد ہوئی تھی لیکن زیادہ لگتی ہوئی بات یہ ہے کہ اس سے فلسطین کا وہ شہر مراد ہو، جہاں یعقوب اور خاندان یعقوب سکونت گزین تھا۔ برادران یوسف اپنی صفائی میں یہی کہہ رہے ہوں گے کہ اپنا کوئی معتمد بھیجکر ہمارے وطن میں ہمارے متعلق تحقیق کرا لیجیے کہ ہم لوگ کتنے شریف اور راو نچے ہیں۔

قریتکم۔ تمہاری بستی

پ۔ الاعراف۔ع ۱۰، پ ۱۹۔ النمل، ع ۴

دو جگہ حضرت لوط کی امت کی زبان سے یہ قول اپنے پیمبر کے مقابلہ میں خفیف فرق عبارت کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ: لوط والوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ بڑے پاک وصاف بنتے ہیں۔

حضرت لوط کے شہر سدوم اور عمورہ وغیرہ تھے۔ جن کا ذکر توریت میں بار بار آیا ہے۔ یہ شہر شام کے جنوبی علاقہ میں تھے۔ جس کا موجودہ نام شرق اردن ہے۔ اور دریائے یردن کے کنارے۔

یہ بھی روایتوں میں آتا ہے کہ یہ شہر جب الٹ دیئے اور تباہ کر دیے گئے تو انھیں کی جگہ پر بحر مردہ پیدا ہوگیا۔ یہ علاقہ اس زمانہ میں خوب سرسبز و شاداب تھا۔ توریت میں ہے:

"یردن کی ساری ترائی۔۔۔ خداوند کے باغ اور مصر کے ملک کے مانند خوب سیراب تھی۔" (پیدائش۔ ۱۳: ۱۰)

(ال) قریۃ (التی کانت حاضرۃ البحر) ۔ (وہ) بستی (جو لب دریا تھی)

پ ۹ ۔ الاعراف ۔ ع ۲۱

تاریخ بنی اسرائیل کے سلسلہ میں ہے کہ لے پیمبران سے اس بستی کی بابت دریافت کیجئے جو ساحل سمندر پر آباد تھی ۔ جب کہ وہاں والے سبت کے بارہ میں احکام سے تجاوز کر رہے تھے ۔

یوم السبت (سنیچر) شریعت یہود میں ایک مقدس دن تھا ۔ اس روز شکار وغیرہ کی انھیں سخت ممانعت تھی ۔ مگر یہ سرکش و نافرمان لوگ طرح طرح کے حیلے اور بہانوں سے قانون شکنی کیا کرتے تھے ۔ روایتوں میں آتا ہے کہ یہ خاص واقعہ حضرت داؤد کے زمانہ اور مقام ایلہ کا ہے ۔

یہ ایلہ اگر وہی ہے جس کا ذکر توریت میں ایلات (elath) کے نام سے آیا ہے تو یہ فلسطین کے جنوب میں عرب کی عین شمالی سرحد پر واقع تھا ۔ ادوم (edom) کے قدیم علاقہ میں ، بحر احمر کے مشرقی خلیج میں لب ساحل ۔ یہاں بڑی آبادی تھی ۔ موجودہ جغرافیہ میں اس کا نام عقبہ ہے اور عقبہ ، خلیج عقبہ کی مشہور بندرگاہ ہے ۔

(ال) قریۃ (التی کنا فیھا) ۔ (وہ) بستی (جس میں ہم تھے)

پ ۱۳ ۔ یوسف ۔ ع ۱۰

حضرت یوسف کے دربار میں جب برادران یوسف پر سرقہ کا الزام لگتا ہے ۔ تو وہ اپنی صفائی میں کہتے ہیں کہ : اس بستی والوں سے دریافت کرا لیجئے ۔ جس میں ہم رہتے تھے ۔

لگے ہوئے تھے، اور یہ لوگ گرمیوں کا موسم شروع سے یہیں گزارنے کے عادی تھے۔ یہاں کے پیداوار میں کیلا، انگور، انجیر، تربوز، زیتون، بہی، شفتالو اور شہد خاص طور پر مشہور ہیں۔

ک

(۱) کعبۃ ۔ کعبہ ۔ خانۂ کعبہ۔

پ ۔ المائدہ ع ۱۳ (۲ بار)

پہلی جگہ حالت احرام میں شکار کر ڈالنے کے جرم کے سلسلہ میں ضمناً ارشاد ہوا ہے کہ: اس کا جرمانہ خواہ جو پایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائے جاتے ہیں اور دوسری جگہ مستقل ذکر ہے کہ: اللہ نے کعبہ کے مقدس گھر کو انسانوں کے باقی رہنے کا مدار ٹھہرایا ہے۔

کعبہ کے معنی ہی بلند مقام کے ہیں۔ سمیت الکعبۃ کعبۃ لارتفاعھا (کبیر) اور یہ بلندی ظاہری و معنوی دونوں کی جامع ہے — جس طرح لفظ اللہ خود دلالت کرتا ہے اپنے مسمیٰ کے معبود ہونے اور ساری مخلوق سے بلند ہونے پر اور جس طرح لفظ "محمدؐ" خود جامعیت رکھتا ہے ہر طرح کی ستودہ صفاتی کی، اسی طرح کعبہ کی عظمت و بزرگی کی دلالت خود اس لفظ کے اندر موجود ہے۔

کعبہ سیاہ پتھر کی اس بلند عمارت کا نام ہے، جو مسجد الحرام کے صحن میں بنی ہوئی ہے۔ تقریباً مستطیل شکل کی۔ اور جس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا

ملاحظہ ہوں عنوانات: ہٰذہ القریۃ (۲) القریۃ التی کانت تعمل الخبائث

قریتنا۔ ہماری بستی۔

پ ۹۔ الاعراف۔ ع ۱۱

اکابر قوم شعیب کی زبان سے نقل ہوا ہے کہ: اے شعیب ہم تم کو اور جو لوگ تمھارے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ انھیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔
حضرت شعیب کا وطن شہر مدین تھا۔ بحر احمر کے مشرقی ساحل یعنی ساحل عرب کے شمال میں۔ اور کوہ طور سے جنوب و مشرق۔ عرض البلد شمالاً جنوباً ۲۹ درجہ اور ۲۷ درجہ کے درمیان۔

(۱۱) **قریتین۔** دو شہر

پ ۲۵۔ الزخرف ع ۳

مشرکین قریش کا یہ طنزیہ قول نقل ہوا ہے کہ قرآن نازل ہونا تھا تو ہمارے دونوں شہروں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا۔
اور ان کی کھلی ہوئی مراد دو شہروں سے مکہ اور طائف تھے جو اس وقت حجازی تہذیب و تمدن کے مرکز تھے۔ مدینہ کی ناموری تو بہت بعد کو ہوئی ہے ہجرت نبوی کے وقت سے۔ یثرب اس وقت تک ایک معمولی بستی تھی، جو شرفائے عرب کی نگاہ میں کچھ بھی معزز و مفتخر نہ تھی۔
طائف مکہ سے جنوب و مشرق میں ۷ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک سرسبز و شاداب بستی ہے۔ زمین بجائے عرب کے پتھریلے اور ریتیلے ملک کے ہر سبزی میں شام کے ملک سے ملتی ہوئی۔ آب و ہوا ٹھنڈی شرفائے مکہ کے باغ یہاں

(۱) الکہف۔ غار
کہف (ھم) (ان کا) غار

پ۱۵۔ الکہف۔ ع ۱ و ۲ (۴ بار)

لفظی معنی وسیع پہاڑی غار کے ہیں۔ الکہف الغار الواسع فی الجبل (کبیر)
پانچ بار آیا ہے۔ پہلی آیت میں ہے: کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے
اور کتبہ والے ہماری نشانیوں میں عجیب تھے؟ دوسری میں ہے کہ: وہ وقت
بھی قابل ذکر ہے جب ان نوجوانوں نے غار میں جاکر پناہ لی۔ تیسری میں
ہے کہ: ہم نے غار میں ان کے کانوں پر (نیند کا) پردہ سالہا سال تک ڈالے
رکھا۔ چوتھی میں ہے کہ: سو اب (فلاں) غار میں چل کر پناہ لو۔ اور تم پر تمہارا
پروردگار اپنی رحمت پھیلا دے گا۔ پانچویں جگہ ہے کہ جب دھوپ نکلتی ہے
تو تو اسے دیکھے گا کہ وہ ان کے غار سے داہنی جانب کو بچی رہتی ہے اور جب
وہ چھپتی ہے تو ان سے کترا جاتی ہے اور وہ اس (غار) کے ایک کشادہ
مقام میں تھے۔

غار کا تصریح کے ساتھ ذکر ان پانچ مقامات پر ایک ہی سلسلہ میں ہے
اور غار اور اصحاب غار کا کل ذکر بہت دور تک چلا گیا ہے۔

اصحاب کہف کا یہ غار کہاں تھا؟ قرآن مجید نے گو اس کے متعلق خاصے
پتے دیئے ہیں۔ پھر بھی اس کی تعیین دشوار ہے۔ قرائن سے ترجیح
اس خیال کو ہے کہ قدیم شہر افسوس (بہ کسرۂ اول) کے نواح کا کوئی غار مراد
ہے۔ یہ شہر ایشیائے کوچک کا تھا۔ سمرنا سے ۴۶ میل دور بحر روم سے ۶ میل

دُنیا کے ہر مسلمان پر فرض ہے۔ حج و عمرہ میں طواف بھی اسی کا کیا جاتا ہے
عمارت کی پیمائش بہ اختلاف روایات حسب ذیل ہے :۔

بلندی ۔ ۴۵ یا ۵۰ فٹ
طول ۔ ۳۶ یا ۴۰ فٹ
عرض ۳۰ یا ۳۵ فٹ

اور کرسی جو سنگ مرمر کی ہے۔ زمین سے ۱۰ انچ بلند ہے۔ چاروں زاویے
چار مختلف ارکان کے نام سے موسوم ہیں۔ شمالی زاویہ کو رکن عراقی کہتے ہیں
مغربی کو رکن شامی۔ جنوبی کو رکن یمانی اور مشرقی کو رکن اسود۔ حجر اسود
اسی رخ پر دیوار میں نصب ہے زمین سے ۵ فٹ کی بلندی پر۔ طواف کے
وقت اسکا بوسہ لیا جاتا ہے۔ ملتزم۔ حطیم۔ مقام ابراہیم، و چاہ زمزم سب
خانہ کعبہ و مطاف سے ملحق و متصل ہی ہیں۔

کعبہ کا تقدس ہمیشہ سے مسلم رہا ہے۔ یہاں تک کہ مشرکوں کے عہد تسلط میں
بھی۔ حضرت آدمؑ کے بعد اور طوفان نوحؑ گزر جانے کے بعد اس کی تعمیر حضرت
ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی مدد سے کی۔ پھر بنوجرہم اور ان کے بعد بنوخزاعہ
اس کی خدمت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ قصی بن کلاب قریشی کا دور آیا، اور
ظہور اسلام تک قریش ہی اس کے خادم و متولی رہے۔ وقتاً فوقتاً اس کے نقشہ
میں ترمیم اور تبدیلی ہوتی رہی۔ آخری بڑی ترمیم عبد اللہ بن زبیرؓ کے زمانہ
میں ہوئی اور اس وقت سے وہی نقشہ قائم ہے۔

ملاحظہ ہوں عنوانات (الف) بیت و بیت الحرام۔ بیت العتیق۔

ماءِ مدین ۔ چاہ مدین

پ ۲۰ ۔ القصص ۔ ع ۳

حضرت موسیٰ کے سلسلہ میں ذکر یوں آیا ہے: اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے ۔

مدین کے پانی سے مراد مدین کا کنواں ہے ۔ قدیم تہذیب و تمدن میں کنوؤں کو بڑی اہمیت و مرکزیت حاصل رہتی تھی ۔ اب بھی دیہات میں کنواں ایک چھوٹے سے کلب کا کام دیتا ہے ۔

ملاحظہ ہو عنوان : مدین ۔

مجمع البحرین ۔ دو دریاؤں کا سنگم

پ ۱۵ ۔ الکھف ع ۹

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک سفر کے ذکر میں آتا ہے کہ: آپ نے اپنے رفیق (یا خادم) سے فرمایا کہ میں برابر چلتا رہوں گا تاآنکہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں ۔

اس سفر موسوی کی تعیین ہے دشوار، کہ کہاں کا تھا، اور کس زمانہ میں ہوا بہر حال اگر حضرت کے دوران قیام مصر میں پیش آیا تھا تو عجب نہیں کہ یہ وہ مقام ہو جہاں دریائے نیل کی دونوں شاخیں ملتی ہیں ۔ یعنی بحر ابیض و بحر ازرق کا موضع اتصال ۔ جہاں اب شہر خرطوم آباد ہے،

کے فاصلہ پر. موجودہ شہر ایا سلوک (Ayasaluk) اسی کے کھنڈروں پر قائم ہے۔ مسیحی نوشتوں میں اس قصہ کو رومی شہنشاہ ڈی سیس (دقیانوس) کے زمانہ کا بتایا گیا ہے. جس کا سنہ وفات ۲۵۱ء ہے۔ یہ بادشاہ رومہ کے مشرکانہ مذہب کا پیرو اور مسیحیوں کا شدید دشمن تھا. کوہستانی غار اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ اندر ہی اندر بہت دور تک چلے جاتے ہیں. کہیں تنگ کہیں خوب کشادہ. شہر افسوس کا عرض البلد درجہ ۳۸ شمال ہے. ایسے مقام پر جو غار شمال رویہ ہوگا. اس کے اندر سورج کی شعاعیں قدرتاً نہ داخل ہو سکیں گی. اور اس کے اندر رہنے والے اگر شمال کی طرف رخ رکھیں گے تو دھوپ کی تیزی سے برابر امن میں رہیں گے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ قصہ زمانۂ مسیحؑ سے قبل ۱۶۱ء ق م کا ہے۔ جب شام کے ظالم مشرک بادشاہ انطیوکس چہارم (Antiochus IV) نے دارالتوحید بیت المقدس کو مسمار کر کے اس کی جگہ زئیس دیوتا کے مندر کی بنیاد ڈالی. اور مکابی (یہودی) خاندان کے پانچ یا سات باہمت نوجوان پہاڑ کے غار میں پناہ گزین ہو کر راہ حق میں شہید ہوگئے تھے۔

ملاحظہ ہو عنوان: (ل) رقیم۔

یجب نحرہ فیہا وھوالحرم (مدارک)

(۱ل) مدائن - شہر (جمع - واحد: مدینہ)

پ ۹ - الاعراف - ع ۱۴، پ ۱۹ - الشعرا ۶، ع ۳، ۴

لفظ تین جگہ آیا ہے - پہلی جگہ یہ کہ فرعون کے درباری اسے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ: موسیٰ سے مقابلہ کرنے کے لئے شہروں شہروں ہرکارے بھیجئے - دوسری اور تیسری جگہ بھی لفظ اسی سیاق اور اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے -

یہاں نام کسی متعین شہر کا نہیں - مصر قدیم میں فرعون کے زیر حکومت سحر کا خوب زور تھا - اور ماہر فن جادوگر شہر شہر رہتے تھے - اشارہ انھیں مختلف شہروں کی جانب ہے - کہ سرکاری ہرکارے اور پیادے سب کہیں دوڑا دیئے جائیں، اور بڑے بڑے ساحروں کو بلا کر لائیں -

مدین - مدین -

پ ۸ - الاعراف - ع ۱۱، پ ۱۰ - التوبۃ ع ۹ - پ ۱۲ - ھود ع ۸ (۲ بار)

پ ۱۶ - طٰہٰ ع ۲ - پ ۱۷ - الحج - ع ۶ پ ۲۰ - القصص - ع ۳ (دوبار) ع ۵

پ ۲۰ - العنکبوت - ع ۴ -

نام کل دس جگہ آیا ہے - پہلی جگہ یوں کہ: ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا - دوسری جگہ محض ضمناً یوں کہ: قوم نوح و عاد و ثمود اور قوم ابراہیم و اہل مدین کے پاس ان کے پیمبر کھلے ہوئے نشان لیکر آئے - تیسری بار یوں کہ: ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا

لیکن اگر یہ سفر حضرت کے دوران قیام جزیرہ نمائے سینا پیش آیا، تو ہوسکتا ہے کہ بحر احمر کے کسی شمالی دو شاخہ کی جائے اتصال مراد ہو، یعنی خلیج عقبہ یا خلیج سویز۔

ایک خیال یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت کا یہ سفر قبل نبوت او دوران قیام مصر میں ملک حبشہ میں ہوا تھا۔

مجمع بینھما۔ ان دونوں کا سنگم۔

پ ۱۵۔ الکھف ع ۹

اسی سفر موسوی کے سلسلہ میں ہے کہ: جب دونوں دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے۔

اسی مقام کا پتا آپ کو بتایا گیا تھا، کہ وہاں آپ کو علم تکوینی کے ما کوئی بزرگ ملیں گے اور آپ اسی پتے پر ان کے پاس پہنچے ہیں۔

ملاحظہ ہو عنوان: مجمع البحرین۔

یبلغ الھدی محلہ۔ (قربانی) اپنی جگہ پر پہنچ جائے

پ ۲۔ البقرۃ۔ ع ۲۴

بہ سلسلۂ اعمال حج ارشاد ہوا ہے کہ: اور اپنے سر نہ منڈاؤ یہاں تک کہ قربانی اپنے مقام پر پہنچ جائے۔

قربانی کے جانور کا اپنے محل پر پہنچ جانا علامت ہے مناسک کے تمام ہو جانے اور حالت احرام سے باہر آ جانے کی۔ اور قربانی کی اصل جگہ حدود حرم ہیں جہاں وہ ذبح ہو سکتی ہے۔ لے مکان

میں اور کہیں صیغۂ جمع میں بکثرت قرآن مجید میں آیا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ مدینہ حجاز کا ایک مشہور و مقدس شہر بھی ہے۔ اس مفہوم میں اس کا ذکر انھیں چار مقامات پر آیا ہے۔

پہلی جگہ یہ ہے کہ: مدینہ والوں میں سے کچھ ایسے منافق ہیں جو نفاق پر اڑ گئے ہیں۔ دوسری جگہ یہ کہ: مدینہ والے اور ان کے ارد گرد جو دیہاتی ہیں انھیں نہ چاہیئے تھا کہ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں۔ تیسرے مقام پر یہ کہ: جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو مدینہ میں افواہیں اڑایا کرتے ہیں۔ چوتھے موقع پر منافقین کی زبان سے ہے کہ: اگر ہم مدینہ کو لوٹ آئے تو غلبہ والا فریق وہاں سے مغلوبوں کو نکال باہر کرے گا۔

شہر مدینہ جس کا پورا نام مدینۃ النبی یا مدینہ رسول اللہ ہے۔ بعد مکہ معظمہ کے حجاز بلکہ دنیائے اسلام کا مقدس ترین شہر ہے۔ پرانا نام یثرب ہے اور پرانی آبادی اصلاً یہود کی تھی۔ ان اسرائیلی قبائل کا پیشہ تجارت وصناعی تھا۔ مثلاً زرگری یا مہاجنی۔ اور عرب باشندوں کا اصل پیشہ زراعت تھا۔ مکہ سے ۲۲۰ میل کے فاصلہ پر شمال مشرق میں واقع ہے اور دمشق (شام) سے جنوب و جنوب مشرق میں کوئی ۸۲۰ میل کے فاصلہ پر۔ زمین ریتلی ہے، اور شمالی سمت میں مائل بہ بلندی۔ شہر شمال وشمال مغرب میں احد اور عیر کی پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے پہلے دہے میں ترکوں کے عہد حکومت میں دمشق سے یہاں تک ریل چلنے لگی تھی۔ مگر مدت دراز ہوئے کہ بند ہو گئی۔

چوتھی مرتبہ یوں کہ: مدین والے برباد ہوئے جیساکہ ثمود برباد ہو چکے تھے۔ پانچویں جگہ حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کرکے یوں کہ: تم کئی سال مدین والوں کے ساتھ رہے۔ چھٹی جگہ رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے یوں، کہ: تم سے قبل ہی تکذیب کر چکی ہے قوم ابراہیم و قوم لوط اور اہل مدین۔ ساتویں موقع پر یہ کہ: جب موسیٰؑ (اپنے سفر میں) مدین کی طرف ہو لئے۔ آٹھویں جگہ یوں کہ: موسیٰ جب مدین کے کنوئیں پر پہنچے۔ نویں مقام پر رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے اس سیاق میں کہ: نہ آپ فلاں جگہ تھے نہ فلاں وقت: اور نہ اہل مدین میں بس قیام پذیر تھے۔ دسویں جگہ پھر وہی کہ: ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔

مدین والے خانہ بدوش تھے۔ اور خانہ بدوش قوموں کی متعین جغرافی مقامیت معلوم کرنا دشوار ہی ہوتی ہے۔ اپنے خیمہ ڈیرے لئے وہی قوم آج یہاں ہے۔ اور کل یہاں سے دس بیس میل ہٹ کر۔ تاہم جہاں تک قدیم نوشتوں کی مدد سے اتا پتا چلتا ہے۔ شہر مدین کا محل وقوع غالباً بحر احمر کے داہنی جانب شمال و مشرق میں تھا۔ جزیرہ نمائے سینا سے جنوب و مشرق میں عرض البلد شمالاً جنوباً ۲۶ درجہ ۲۹ دقیقہ اور ۲۷ درجہ ۲۹ دقیقہ کے درمیان۔ اسی مقام کا دوسرا نام آج کل مغائر شعیب ہے۔

(المدینۃ - مدینہ

پ ۱۱- التوبۃ ع ۱۲ و ع ۱۵ ، پ ۲۲ - الاحزاب ع ۸ پ ۲۸ - المنافقون ع ۱

لفظی معنی مطلق شہر کے ہیں۔ اور اس عام معنی میں یہ لفظ کہیں صیغۂ واحد

اور ہوائی اڈا بھی موجود ہیں۔ موٹریں اور لاریاں مکہ اور مدینہ کے درمیان اب کثرت سے چلتی رہتی ہیں۔

شہر کی آبادی ایک بیضوی شکل میں ہے اور شہر کو اکثر پرانے شہروں کی طرح شہر پناہ کی ایک مضبوط بلند دیوار گھیرے ہوئے ہے۔ جس کے اندر چھ دروازہ ہیں۔ شہر کے اردگرد سیاہ رنگ کی پہاڑیاں ہیں۔ جن سے از خود ایک قدرتی شہر پناہ کی شکل پیدا ہو گئی ہے۔ ان میں سے جبل اُحد شمال میں آج تک مشہور چلا آتا ہے۔ جس کا دامن تین میل تک وسیع ہے ظہور اسلام کے وقت مدینہ میں دو مختلف قبیلہ اوس و خزرج کے نام سے آباد تھے۔ انکی آپس میں رقابت نے شدید دشمنی کی شکل اختیار کر رکھی تھی اور مکہ کی طرح یہاں بھی خانہ جنگی برپا رہتی تھی۔ یہاں مکہ کی طرح تاجر نہ تھے عام پیشہ کاشتکاری تھا۔

نزول قرآن کے زمانہ میں آبادی کا خاصہ حصہ منافقین پر شامل تھا۔ دل سے منکر لیکن بہ ظاہر مسلم۔ اور شروع میں ایک مدت تک غلبہ اور اقتدار بھی انھیں کو حاصل رہا۔ قرآن نے انھیں کی بار بار مذمت کی ہے اور انھیں کا یہ شیخی سے بھرا ہوا قول نقل کیا ہے کہ میدان جنگ سے واپس اور مدینہ پہنچ کر ہم مسکین اور مظلوم طبقہ (یعنی مسلمانوں) کو نکال باہر کریں گے۔

ملاحظہ ہو عنوان: یثرب۔

شہر کی ہوا بڑی لطیف و معتدل ہے۔ سردی کا موسم اچھا خاصہ ٹھنڈا ہوتا ہے، اور گرمی کے موسم میں زیادہ خشکی نہیں ہوتی۔ زمین زرخیز و شاداب ہے کھجوروں کے باغات کثرت سے ہیں۔ اور کھجوریں بڑی اور چھوٹی ہر رنگ اور ہر ذائقہ کی یہاں پیدا ہوتی ہیں جنھیں لوگ تحفتہً باہر لے جاتے ہیں، کھجور کے علاوہ، انار، انگور، کیلا، شفتالو، خوبانی، نارنگی اور لیموں بھی یہاں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ پانی علی العموم بہت ہی لطیف، سبک، شیریں و زود ہضم ہے۔ ایک قدرتی نہر جو شہر سے ۴ میل جنوب قبا کے ایک چشمہ سے نکلی ہے۔ سارے شہر میں دوڑی ہوئی ہے۔ اس کا پانی خاص طور پر لطیف ہے۔ مسجد النبی کے نام سے جو مسجد ہے اور اسی کے ایک حصہ میں مرقد نبوی ہے، اپنی مذہبی عظمت اور دینی تقدس سے قطع نظر اپنے حسن و دلکشی کے لحاظ سے بھی بے مثال ہے۔ صحن مسجد کا طول ۴۰۰ اور ۵۰۰ فٹ کے درمیان ہے اور عرض بھی تقریباً ۳۰۰ فٹ کا ہے۔

ابتدا میں مدینہ کی آبادی ایک مسلسل شہر کی طرح نہ تھی۔ بلکہ ایک وسیع رقبہ میں جا بجا ٹیلہ کی سی بلندیاں تھیں جنھیں گڑھی بھی کہا جا سکتا تھا۔ درمیان کی نشیبی زمینیں خالی پڑی رہتی تھیں۔ اور شہر انھیں متفرق محلوں کے مجموعہ کا نام تھا۔ باغات کا رواج بھی پرانا ہے۔ ایک بڑے موضع یا قصبہ سے بڑھ کر شہر کی حیثیت اس نے قیام نبوی کے بعد ہی سے حاصل کی۔ مدینہ موجودہ معیار سے بھی ایک خاصہ آباد، گلزار اور پر رونق شہر ہے۔ آبادی ۱۹۴۷ء کے اعداد مردم شماری کے لحاظ سے ۵۰ ہزار ہے اور شہر میں ریڈیو گھر

(۱۱) المسجد الحرام ۔ مقدس مسجد ۔ حرم شریف ۔ مسجد الحرام ۔

پ۲ ۔ البقرۃ ۔ ع ۱۷ و ع ۱۸ و ع ۲۴ و ع ۲۷

پ۶ ۔ المائدۃ ۔ ع ۱ ۔ پ۹ ۔ الانفال ۔ ع ۴ ۔ پ۱۰ التوبۃ ع ۲، ۳، ۴

پ۱۵ ۔ بنی اسرائیل ۔ ع ۱ ۔ پ۱۷ ۔ الحج ۔ ع ۳ ۔ پ۲۶ ۔ الفتح ۔ ع ۳، ۴

پہلی جگہ ہے: اچھا اب کر لیجئے اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف ۔ دوسری اور تیسری جگہ یہ کہ: اور آپ جس جگہ سے بھی باہر نکلیں اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف موڑ لیا کریں ۔ چوتھی جگہ یہ کہ: ان (مشرکوں) سے مسجد الحرام کے قریب قتال نہ کرو جب تک وہ (خود) تم سے قتال نہ کریں ۔ پانچویں مرتبہ یہ کہ: اس قتال سے کہیں بڑے جرم اللہ کے نزدیک اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد الحرام سے روک دینا اور اس سے اس کے والوں کو نکال دینا ہے چھٹی جگہ یوں کہ: ایسا نہ ہونے پائے کہ جن لوگوں سے تمھیں بیزاری اسلئے ہے کہ انھوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا ۔ تو تم ان سے زیادتی کرنے لگو ۔ ساتویں موقع پر یوں کہ: ہاں یہ بھی ان (مشرکوں) کے لئے نہیں کہ اللہ ان پہ عذاب نہ لائے درآنحالیکہ یہ مسجد الحرام سے روکتے ہیں ۔ جب کہ یہ اس کے متولی بھی نہیں آٹھویں مرتبہ یوں کہ: کیا تم نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد الحرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے عمل کے برابر قرار دے لیا ہے جو اللہ اور روز آخرت پہ ایمان رکھتا ہے الخ ۔ نویں موقع پہ یوں کہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے (خاص) بندہ کو راتی رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی ۔ دسویں بار یوں کہ بے شک جو لوگ کافر ہیں اور لوگوں روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام

بدرجۂ اولیٰ ہوگی۔" (تفسیر ماجدی)

(ال) مسجد الاقصیٰ۔ دور والی مسجد۔ مسجد اقصا۔
پ۱۵۔ بنی اسرائیل۔ ع ۱

نام صرف ایک بار آیا ہے، اس طرح: پاک ذات ہے وہ جو اپنے بندہ کو راتی رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

اشارہ ہے قبلۂ اول، بیت المقدس کی مسجد کی جانب۔ اقصیٰ کے لفظی معنی ہیں "بہت دور کے"۔ یہ دوری مکہ معظمہ کے اعتبار سے ہے۔ یعنی وہ مسجد جو کہ معظمہ سے بہت فاصلہ پر ہے۔ 'مسجد' یہاں اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں۔ عام مفہوم میں ہے، یعنی مطلق عبادت گاہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسجد الاقصیٰ سے مراد خود شہر یروشلم یا القدس ہے۔

القدس یا بیت المقدس (یروشلم، فلسطین) کا شمار دنیا کے قدیم ترین معبدوں میں ہے۔ خود شہر یروشلم علاقہ فلسطین (جدید اسرائیل) میں سطح سمندر سے ۲½ فٹ بلندی پر واقع ہے۔ دریائے یردن سے ۱۸ میل اور بحر مردہ سے ۱۵ میل اور بحر احمر کے بندرگاہ یافہ سے ۳۲ میل کے فاصلہ پر معبد قدیم یعنی ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا تذکرہ بائبل میں بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ ملاحظہ ہو ۱۔ سلاطین۔ ۵۔ ۸۔ نیز ۲ تواریخ ۲۔ ۷۔
باقاعدہ مسجد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تعمیر ہوئی۔

نام ایک بہت بڑی عمارت کا دیا گیا۔ ومرادہ البیت نفسہ (جصاص حنفی)
والمراد بہ البیت (ابن العربی المالکی)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد شہر مکہ ہے۔
عند المسجد الحرام (مسجد الحرام کے قریب یا نزدیک) جہاں جہاں آیا ہے
وہاں مراد حرم شریف یا مسجد کعبہ کے گرد و نواح سے لی گئی ہے۔ یہ کئی میل کا پورا
علاقہ حرم کہلاتا ہے۔ اور اس کے احترام کے خاص ادب اور قاعدے ہیں
ملاحظہ ہوں عنوانات: (ال) بیت، بیت الحرام۔

مسجداً ضراراً۔ مسجد ضرر پہنچانے کو۔
پ ۱۱۔ التوبۃ۔ ع ۱۳

منافقین کے ذکر میں ہے کہ: ان میں ایسے بھی ہیں۔ جنھوں نے ایک مسجد
ضرر پہنچانے کو بنائی ہے۔
حضور غزوہ تبوک پر باہر گئے ہوئے تھے کہ منافقین مدینہ نے سازش
کرکے (مورخ ابن ہشام کے بیان میں ۱۲ آدمی تھے، ایک بنو امیہ میں سے
اور باقی عرب کے دوسرے قبیلوں سے) ایک نئی "مسجد" مسلمانوں کے خلاف
کمیٹیاں کرنے اور منصوبہ بنانے کے لئے کھڑی کر دی۔ اور ارادہ یہ تھا کہ اس
میں پہلے حضور سے نماز پڑھوا کر اس کے تقدس پر مہر استناد لگا لیں گے۔
لیکن آپ تبوک سے واپسی پر ابھی مدینہ پہنچنے نہیں پائے تھے، اور منزل
ذی آوان میں ہی تھے کہ آپ کو بذریعہ وحی اس "مسجد" کی حقیقت سے اطلاع
ہوگئی۔ اور آپ نے دو صحابیوں کو بھیج کر اسے جلوا دیا۔ لفظ قرآنی کے بنا پر

سے جیسے ہم نے مقرر کیا ہے لوگوں کے واسطے کہ اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا سب برابر ہیں. گیارھویں آیت میں مشرکین مکہ کے ذکر میں یوں کہ: یہ لوگ وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا۔ اور بارھویں آیت میں رویار رسول اللہ صلعم کے سلسلہ میں یوں کہ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا مطابق واقع کے تم لوگ مسجد الحرام میں ان شاء اللہ ضرور داخل ہو گے۔ امن وامان کے ساتھ۔

مسجد الحرام سے مراد حرم شریف ہے۔ یعنی وہ مسجد اعظم جو مکہ میں خانہ کعبہ کے گرداگرد ہے۔ آغاز اسلام میں ایسی کسی مسجد کا وجود نہ تھا۔ خانہ کعبہ وچاہ زمزم ومقام سب کھلے میدان میں تھے۔ رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ (شہ ہجری) کے بعد انھیں ایک حلقہ میں لیا۔ بعد کو خلفاء اسی کو توسیع و ترقی دیتے رہے۔ موجودہ عمارت کا نقش اول عباسی خلیفہ مہدی کے زمانہ کا ہے۔ بعد کے خلفاء وسلاطین برابر اس میں اضافہ کرتے رہے۔ خصوصاً ترک سلاطین۔ موجودہ ہیئت سلطان سلیم ثانی (متوفی [illegible]ھ) کے عہد سے تقریباً قائم ہے۔ وسعت شمالاً غرباً ۵۴۵ فٹ ہے۔ جنوباً شرقاً ۵۵۳ فٹ شمالاً شرقاً ۳۶۰ فٹ اور جنوباً غرباً ۳۶۴ فٹ داخلہ کے دروازہ ۱۹ ہیں منارے ۶ ہیں۔ اور گنبدوں گمزیوں کی تعداد ۱۵۰ سے اوپر۔

محققین کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ مسجد الحرام سے مراد کعبہ ہی ہے۔ خانہ کعبہ چونکہ بہت مختصر عمارت کا نام ہے۔ مکہ سے باہر والوں کو اسکی جہت کی تعیین بہت دشوار تھی۔ اس لئے امت کی سہولت کی غرض سے

مشرقی اور مغربی دونوں ساحلوں پر ہیں۔ اس علاقہ پر بنی اسرائیل کا پورا قبضہ حضرت موسیٰ سے چند نسلوں کے بعد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے زمانہ میں ہوا۔ دوسری آیت میں مشارق (صیغۂ جمع) سے مراد طلوعِ آفتاب کے مختلف موقع ہیں۔ اور اس میں مسئلہ اختلاف و تعدد مطالع کی جانب اشارہ ہے۔ طلوعِ آفتاب کا زاویہ ہر روز دوسرے دن سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔ گویا اس طرح سال کے ۳۶۵ مشرق ہوتے ہیں۔ ا سے

مطالع الشمس وھی ثلثمائۃ وستون مشرقاً (مدارک)

تیسری آیت میں مشارق و مغارب کو صیغۂ جمع میں لاکر اس فلکیاتی حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ طلوع و غروب کے نقطے سال میں برابر بدلتے رہتے ہیں۔ اور قرآن مجید نے ہر نقطۂ طلوع کو ایک مشرق اور ہر نقطۂ غروب کو ایک مغرب قرار دیا ہے۔

بعض مشرک جاہلی قوموں نے مشرق، مغرب، جنوب، شمال اور شمال مشرق، شمال مغرب، جنوب مشرق، جنوب مغرب کے الگ الگ دیوتا یا "لوک پال" تجویز کر رکھے ہیں۔ قرآن مجید نے ایک اسم رب المشارق والمغارب لاکر گویا یہ بتادیا کہ یہ کیا مہملات و خرافات ہیں۔ ہر سمت اور ہر جہت کا مالک وہی ایک پروردگار برحق ہے۔

عام زبانوں پر اس وقت سے اسکا نام ہی مسجد ضرار" پڑ گیا۔

اَرب ال اَمشارق۔ مشرقوں کا پروردگار۔

پ ۲۹۔ المعارج۔ ع ۱

مشرق وہ سمت ہے جدھر سے آفتاب طلوع ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اور آفتاب کا ہر روز کا مطلع چونکہ دوسرے روز سے مختلف ہوتا ہے اسلئے شمسی سال کے ۳۶۵ مطلع یا مشرق ہوئے۔ قرآن نے اسی لئے صیغۂ جمع میں لاکر کہا ہے کہ میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی۔ سمت مشرق و سمت مغرب میں نہ کوئی تقدس ہے نہ شائبہ الوہیت۔ اللہ ہی سب کا پروردگار ہے۔

ملاحظہ ہوں عنوانات: مشارق الارض۔ مشرق۔

مشارق۔ زمین یا ملک کے پوربی اطراف۔ (جمع واحد: مشرق)

پ ۹۔ الاعراف۔ ع ۱۶۔ پ ۲۳ الصافات۔ ع ۱۔ پ ۲۹۔ المعارج۔ ع ۱

پہلی جگہ بنی اسرائیل کے سلسلہ میں ہے کہ: ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھ لئے گئے تھے۔ اسی سرزمین کے پورب و پچھم کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت دے رکھی تھی۔ دوسری جگہ یوں کہ: وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسکا اور پروردگار مشرقوں کا۔ تیسری جگہ یوں کہ: تو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ الخ "جو لوگ کمزور سمجھ لئے گئے تھے" سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ اور جو سرزمین ان کی ملک میں آئی اس سے مراد ملک شام ہے۔ جس کی آبادیاں دریائے یردن کے

ہے جیسی اور سب سمتیں، اور اللہ کی ویسی ہی مخلوق جیسی اور سب مخلوقات۔
سورۂ بقرہ ع ۲۲ کی آیت لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب
میں خاص تعلیم اس کی ہے کہ کسی سمت میں بہ حیثیت سمت کے کچھ بھی تقدس نہیں
قبلہ کا تعین تو امت میں یکجہتی پیدا کرنے کو اور دوسری مصلحتوں سے ہے۔ اسکو
سمت مشرق ومغرب سے کوئی تعلق نہیں۔

(ال) مشرقین۔ دونوں پورب۔ مشرق ومغرب

پ ۲۵۔ الزخرف۔ ع ۴۔ پ ۲۷۔ الرحمن، ع ۱

پہلی جگہ بیان آخرت کے سیاق میں ہے کہ: انسان جب ہمارے پاس
آجاتا ہے تو شیطان اس سے کہتا ہے کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق
ومغرب کا فاصلہ ہوتا! دوسری جگہ اللہ کے اسم صفت کے طور پر آیا ہے کہ
وہ پروردگار ہے دونوں مشرقوں کا۔

پہلی جگہ بعد المشرقین ہے۔ اور یہ ایک خاص محاورہ ہے۔ جس کے لفظی
معنی مراد نہیں ہوتے ہیں بلکہ کنایہ ہوتا ہے انتہائی بُعد وفاصلہ سے یعنی اتنا
فاصلہ جو مشرق ومغرب کے درمیان ہے جیسا کہ اردو محاورہ میں بھی ہے۔

یرید المشرق والمغرب والاوصل بعد المشرق من المغرب والمغرب من المشرق
(کشاف) ومن عادة العرب تسمية الاثنين المتقابلين باسم احدهما (کبیر)

دوسری جگہ "دو مشرقوں" سے مراد یا تو سورج اور چاند دونوں کے طلوع
ہونے والے دو افق ہیں۔ ای مشرق الشمس والقمر (کبیر)
اور یا صرف سورج ہی کے طلوع کے دو افق۔ جاڑے اور گرمی کی فصلوں

۱۱۔ المشرق ۔ پورب ۔ مشرق

پ ۱۔ البقرۃ ۔ ع ۱۴ ۔ پ ۲ ۔ البقرۃ ع ۱۷ و ع ۲۲ ۔

پ ۳ ۔ البقرۃ ۔ ع ۳۵ ۔ پ ۱۹ ۔ الشعراء ع ۲ ۔ پ ۲۹ ۔ المزمل ع ۱

انسان نے فضا کی جو چار سمتیں ہر جگہ ٹھہرا لی ہیں ۔ ان میں سے ایک کا نام مشرق ہے ۔ جدھر سے سورج نکلتا معلوم ہوتا ہے ۔ اور ہر سمت کی طرح یہ سمت بھی معروف و مشہور ہے ۔ قرآن مجید میں اس کا نام کل ۶ موقعوں پر آیا ہے پہلی بار یوں کہ : اللہ کا ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی ۔ دوسری جگہ یوں کہ : آپ کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب (سب) اللہ ہی کے ہیں ۔ تیسری بار یوں کہ : طاعت یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو ۔ چوتھا موقع یوں کہ اپیامبر توحید ابراہیمؑ نے مدعی الوہیت بادشاہ سے کہا کہ : اللہ تو آفتاب کو مشرق سے نکلتا ہے تو تو اسے مغرب سے نکال دے ۔ پانچویں مرتبہ حضرت موسیٰؑ کی زبان سے فرعون کے سامنے یوں کہ : وہ پروردگار ہے مشرق و مغرب کا ۔ اور چھٹے موقع پر اس کا اثبات کہ : وہ پروردگار مشرق و مغرب کا ہے کہ کوئی خدا اس کے سوا نہیں ۔

دنیا میں شرک نے جہاں اور عجیب عجیب صورتوں میں سر اٹھایا ہے ، وہاں اس کی ایک عجیب شکل سمت پرستی کی بھی ہے ۔ یعنی بعض سمتوں کو مقدس سمجھ کر ان کی پوجا کی گئی ہے ۔ ان میں سب سے بڑھ کر سمت مشرق رہی ہے جسے سورج دیوتا کا وطن سمجھا گیا ہے اور مشرق پرستی بہت سی مشرک قوموں میں مشترک رہی ہے ۔ قرآن نے جا بجا یہی بتایا ہے کہ مشرق محض ایک سمت

مصر۔ مصر

پ ۱۱۔ یونس۔ ع ۹۔ پ ۱۲۔ یوسف۔ ع ۳۔ پ ۱۳۔ یوسف ع ۱۱
پ ۲۵۔ الزخرف۔ ع ۵۔

مصر بہ طور نکرہ کے مطلق شہر کے معنی میں جہاں آیا ہے، اسے چھوڑ کر ملک مصر کا نام بہ طور علم کے انھیں چار مقامات پر آیا ہے۔ پہلی جگہ ذکر فرعونی مصر کا ہے قصۂ موسوی کے سلسلہ میں کہ: ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر برقرار رکھو۔ دوسری جگہ اس سے کئی سو سال قبل کے مصر کا ذکر قصۂ یوسفی کے ضمن میں ہے کہ: اور جس نے مصر والوں سے ان کو (غلام کے طور پر) خرید کر لیا، تو اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ تیسرے مقام پر اسی قصۂ یوسفی میں ہے کہ، یوسف نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ، مصر میں چلئے وہاں ان شاء اللہ امن چین سے رہیئے گا۔ چوتھی جگہ ذکر ایک بار پھر اسی موسوی مصر کا ذکر ہے کہ: فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر دی، کہ اے میری قوم والو، کیا یہ مصر کی سلطنت اور یہ ندیاں میری نہیں جو میرے تحت میں بہہ رہی ہیں۔

مصر جس کا موجودہ رقبہ ۳½ لاکھ مربع میل ہے۔ دنیا کے قدیم ترین متمدن ملکوں میں ہے۔ قرآن مجید کا تعلق اسی مصر قدیم سے ہے، جس کا ایک دور حضرت یوسف (متوفی ۱۸۰۰ق۔ م) سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دوسرا حضرت موسیٰ (متوفی ۱۴۰۰ق۔ م) سے۔ گویا دونوں زمانوں کے درمیان ۴ سو برس کا فرق تھا۔ مصر ایک زراعتی ملک ہے، خوراک کا دارومدار ملک کی پیداوار

کی مناسبت سے۔ اسے مشرق الشتاء ومشرق الصیف (کبیر)

(ال) مشعر الحرام۔ مشعر الحرام، مزدلفہ۔

پ۲۔ البقرۃ۔ ع ۲۵

نام صرف ایک ہی مقام پر آیا ہے، یوں کہ: جب تم عرفات سے جوق جوق واپس ہونے لگو تو اللہ کی یاد مشعر الحرام کے پاس جاکر کرو۔

مشعر کے لفظی معنی علامت یا نشان کے ہیں۔ اور حرام بہ معنی مقدس یا محترم اس کی صفت تعظیمی ہے۔ نام خاص اس مقام کا بھی ہے جو مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے۔ اور سارے مزدلفہ پر بھی مشعر الحرام کا اطلاق ہوتا ہے۔ والمشهور ان المشعر مزدلفة كلها (روح) لم يختلف اهل العلم ان المشعر الحرام هو مزدلفة (جصاص)

مزدلفہ مکہ سے کوئی ۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ منیٰ سے عرفات جانے کا ایک تو سیدھا راستہ ہے۔ حاجی ۹ ذی الحجہ کو صبح اسی راستہ سے جاتے ہیں۔ واپسی میں ۹ کی شام کو حکم ہے کہ دوسرے راستہ سے آئیں جو ذرا چکر کا ہے۔ مزدلفہ اسی راستہ میں پڑتا ہے۔ حاجیوں کے قافلہ رات کے اول حصہ میں یہاں پہنچتے ہیں۔ اور رات اپنی حسب بساط و استطاعت تہلیل و تسبیح، توبہ و استغفار میں گزارتے ہیں۔ منیٰ میں شیطان کو مارنے کے لئے کنکریاں یہیں کے میدان سے چن کر لے جائی جاتی ہیں۔ منیٰ کا فاصلہ یہاں سے ڈھائی میل رہ جاتا ہے۔

مطلع الشمس۔ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ۔

پ ۱۶۔ الکہف۔ ع ۱۱

ذوالقرنین کے سفر کے ذکر میں ارشاد ہوا ہے کہ: جب وہ طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے۔

مراد ہے سمت مشرق میں منتہائے آبادی۔ اے غایۃ الارض المعمورۃ من جھۃ المشرق (روح)

معاد۔ لوٹنے کی جگہ۔ وطن

پ ۲۰۔ القصص۔ ع ۹

رسولؐ کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا ہے کہ: جس (اللہ) نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے۔ وہ آپ کو (آپ کے) وطن میں پہنچا کر رہے گا۔

معاد سے مراد معاد حقیقی یعنی جنت ہے۔ لیکن ایک تفسیر وطن دنیوی یعنی مکہ سے بھی آئی ہے۔ عن ابن عباس لرادک الی معاد قال الی مکۃ (بخاری کتاب التفسیر) شان نزول کی روایتیں تائید اسی تفسیر کی کرتی ہیں۔ ان میں ہے کہ آپؐ جب وطن سے ہجرت کرکے مدینہ کو آرہے تھے۔ تو ابھی منزل جحفہ میں تھے کہ یہ آیت آپؐ کی تسکین خاطر کے لئے نازل ہوئی۔ نزلت بالجحفۃ بعد ان خرج صلی اللہ علیہ وسلم من مکۃ مھاجراً واشتاق الیھا (روح)

ملاحظہ ہو عنوان: مکہ۔

پر ہے۔ اور کاشت کی آبپاشی براہ راست بارش سے اتنی نہیں ہوتی جتنی بالواسطہ یعنی دریائے نیل کی طغیانی کے وقت اس سے اور اس کی شاخوں سے ہوتی ہے۔ نیل اور اس کی باجگزار ندیوں کو اسی لئے مصر کے جغرافیہ میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ایک سال مصر اور اس کے اطراف میں قحط شدید پڑا۔ جو کئی سال تک جاری رہا لیکن حضرت یوسف (وزیر مال) کے حسن انتظام سے مصر نہ صرف اپنے کو سنبھالے رہا بلکہ گرد و نواح کے ملکوں کی بھی مدد کرتا رہا۔ چنانچہ باہر سے قافلہ در قافلہ لوگ آتے تھے اور یہاں سے غلہ کا راشن خرید کر لے جاتے تھے۔ برادران یوسف بھی اسی مد میں فلسطین سے سفر کر کے مصر پہنچے۔

مصراً - کوئی شہر (کسی شہر میں)

پ۱ - البقرۃ ع ۷

بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے کہ کسی شہر میں اتر پڑو، وہاں جو چیزیں تم مانگتے ہو مل جائیں گی۔

جس زمانہ میں بنی اسرائیل مصر سے نکل کر جزیرہ نمائے سینا میں صحرا نوردی میں مصروف تھے۔ انھیں تلاش اس کی ہوئی کہ تازہ بہ تازہ زمینی پیداوار (سبزی، ترکاریاں، مسالے وغیرہ) انھیں مل جایا کریں۔ خانہ بدوشی بیابانی زندگی میں یہ کہاں ممکن تھا۔ حکم ملا کہ کسی شہر میں اتر پڑو، وہیں یہ چیزیں مل جائیں گی بیابان کے کنارے متمدن حضری شہری زندگی کے نمونے موجود تھے۔ انھیں شہروں کی طرف اشارہ ہے کہ ان میں سے کسی شہر میں اتر پڑو۔

لفظی معنی میں اس کا اطلاق ہر اس جگہ پر ہوگا جہاں معمار کعبہ موحد اعظم حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہوئے اور چلے پھرے تھے۔

مکان البیت۔ مکان کی جگہ

پ ۱۷۔ الحج، ع ۴

ارشاد ہوا ہے کہ: وہ وقت یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو مکان کی جگہ بتادی تھی۔

البیت سے یہاں کھلی ہوئی مراد بیت اللہ یا خانۂ کعبہ ہے۔ آیت سے ظاہر یہ ہو رہا ہے کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر غیبی نشان دہی کے ماتحت خداوندی نقشہ کے مطابق ہوئی ــــــ اور حرم محترم کی عظمت پر کوئی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔

مکاناً شرقیاً۔ شرقی مکان

پ ۱۶۔ مریم ع ۲

حضرت مریم کے ذکر میں ہے کہ: جب وہ اپنے والوں سے الگ ہوکر ایک مشرقی مکان میں گئیں۔ ان لوگوں کے سامنے سے انھوں نے پردہ کرلیا۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ اپنے مکان ہی کے کسی حصہ میں گھر والوں سے آڑ میں چلی گئی تھیں۔

مکاناً قصیاً۔ دور مقام

پ ۱۶۔ مریم ع ۲

حضرت مریمؑ کے ذکر میں آیا ہے کہ: پھر ان کے حمل قرار پاگیا اور وہ

(ال) **مغربین** ۔ دونوں پچھم تثنیہ واحد : مغرب)
پ ۲۷۔ الرحمٰن ۔ ع ۱

صرف ایک جگہ یہ اسم صفاتی آیا ہے کہ : وہی دونوں مشرقوں کا بھی پروردگار ہے اور دونوں مغربوں کا بھی ۔

مغرب یا پچھم (بہ صیغۂ واحد) کا مفہوم تو سب کو معلوم ہے تثنیہ کے صیغہ سے مراد سورج اور چاند دونوں کے غروب ہونے والے دو افق مراد ہیں ۔
ا سے مغربہما (کبیر)

محض سورج کے بھی دو مغرب جاڑے اور گرمی کی فصلوں کی مناسبت سے مراد ہو سکتے ہیں ۔

مقام ابراہیم ۔ مقام ابراہیم ۔ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ۔
پ ۱۔ البقرۃ ۔ ع ۱۵ پ ۴ آل عمران ع ۱۰

پہلی جگہ یہ ارشاد ہے کہ : مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو ۔ دوسری جگہ یہ کہ : اس (حرم شریف) میں کھلے ہوئے نشانات ہیں ۔ اور ان میں سے مقام ابراہیم ہے ۔

مقام ابراہیم سے اب اصطلاح میں تو مراد اسی پتھر سے ہے جس پر کھڑے ہو کر آپؑ نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی تھی ۔ اور اب وہ خانۂ کعبہ سے چند فٹ کے فاصلہ پر ایک حجرہ کے اندر محفوظ ہے ۔ لیکن قرآن نے اسے عام و وسیع معنی میں استعمال کیا ہے ۔ یعنی سارا حرم مکہ یا کل مشاہد حج ۔ قال ابن عباس الحرم کلہ (ابن کثیر) وروی عن مجاھد و عطا ، مثل ذٰلک (ابن کثیر)

آمد و رفت رکھتے تھے اور خود اہل مکہ یعنی قریش ایک تجارت پیشہ قوم تھے۔ تجارتی کمپنیوں کے اصول پر مشترک سرمایہ قوم کے سارے اکابر تجارتوں میں لگائے رکھتے تھے۔ اور اونٹوں کے قافلے جو اس وقت جہازوں کے قائم مقام تھے۔ ہر ششماہی منافع کی بڑی بڑی رقمیں تقسیم کیا کرتے تھے۔ مکہ کی قدامت پر شہادت نام کے بگڑے ہوئے تلفظ کے ساتھ بڑے بڑے قدیم رومی مورخوں کے ہاں ملتی ہے۔ شہر سطح سمندر سے ۳۳۰ میٹر بلند ہے۔ دن رات اکثر برابر رہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ فرق آدھ گھنٹہ کا ہوتا ہے۔

خانہ کعبہ کے گرد مکانات کی تعمیر کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے قصی بن کلاب نے شروع کی تھی۔ حضرت ابراہیم کے زمانہ تک ایک بے آب و گیاہ بستی تھی۔ بلکہ اس کی یہ حیثیت ابھی چند سال قبل تک قائم تھی۔ اب البتہ امریکی اثرات سے روز بروز ایک جدید شہر بنتا جاتا ہے۔ اور برابر باغ و چمن لگتے جاتے ہیں۔ ضرورت بلکہ تعیش کا سارا سامان تو عرصہ دراز سے ملنے لگا تھا۔ اور اب موٹروں کی حد و انتہا نہیں۔ شہر میں اس وقت ۱۲ محلّے ہیں۔ اور وسط شہر میں بہت بڑا بازار۔

ملاحظہ ہوں عنوانات: بکہ۔ بلد الامین۔ بلد الحرام۔

(۱۱) ملک۔ ملک۔ بادشاہت۔

پ۳۔ البقرۃ۔ ع ۳۵۔

حضرت ابراہیم کے ایک معاصر بادشاہ کے ذکر میں ہے کہ اے مخاطب تو نے اس شخص کے حال پر نظر نہیں کی۔ جس نے ابراہیم سے ان کے رب کے

اسے لئے ہوئے ایک دُور مقام کو چلی گئیں۔

حضرت مریمؑ کی سکونت ملک شام کے قصبۂ ناصرہ (علاقہ گلیلی) میں تھی زمانۂ حمل میں آپ اپنے منگیتر یوسف چوب ساز سمیت مقام بیت لحم کو آگئیں جو ناصرہ سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر علاقہ فلسطین میں واقع ہے۔ انجیل میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (لوقا - ۲ : ۱-۶)

مکّة ۔ مکہ

پ۲۶ ۔ الفتح ۔ ع ۳ ۔

نام ایک ہی جگہ آیا ہے اور وہ بھی گویا ضمناً۔ واقعات صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے کہ: (اللہ) وہی ہے جس نے ان (مشرکوں) کے ہاتھ تم سے روک لئے۔ اور تم (مومنوں) کے ہاتھ ان سے بطن مکہ میں

شہر مکہ دنیائے اسلام کا مشہور و معروف ترین شہر عرب کے صوبۂ حجاز میں خط استواء کے قریب طول البلد مشرق کے ۴۰ درجہ اور عرض البلد شمالی کے ۲۱ درجہ ۳۰ دقیقہ پر واقع ہوا ہے۔ اور خشک پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے جن کی بلندیاں ۲۰۰ فٹ سے ۵۰۰ فٹ تک ہیں۔ اور یہی پہاڑیاں گویا اس شہر کی قدرتی شہر پناہ کا کام دیتی ہیں۔

اس کی قدیم شہرت علاوہ مذہبی زیارت گاہ کے ایک تجارتی مرکز اور منڈی کی حیثیت سے بھی ہے۔ مکہ عین اس شاہراہ پر واقع تھا۔ جو جنوب کو شمال سے یعنی ایک طرف یمن اور بحر ہند کو۔ دوسری طرف شام اور پھر فلسطین اور یورپ سے ملاتی تھی۔ مشرق و مغرب کے تجارتی قافلہ اس سڑک پر کثرت سے

حیث افاض الناس - جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔

پ ۲ - البقرۃ ع ۲۵

آیت کا پورا ٹکڑا بہ سلسلۂ مناسک حج یہ ہے کہ: اچھا جب تم وہاں جاکر سے آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔

سب کا اتفاق ہے کہ مراد عرفات ہے۔ قریش جاہلی جہاں اور حیثیتوں بھی اپنے کو معزز و ممتاز سمجھتے تھے۔ وہاں اُن کا ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ عرفات تک جانے کی ضرورت نہیں، ہمارے لئے حج میں حاضری مزدلفہ کافی ہے۔ قرآن مجید نے اس عقیدے پر پوری ضرب لگائی۔

ملاحظہ ہو عنوان: عرفات۔

۷) مؤتفکات - الٹی ہوئی بستیاں (جمع - واحد: موتفکۃ)

پ ۱۰ - التوبۃ: ع ۱۰ - پ ۲۹ - الحاقۃ - ع ۱۔

ذکر دو جگہ آیا ہے۔ پہلی جگہ: کیا ان لوگوں کو خبر نہیں پہنچی ہے قوم ابراہیم اور اہل مدین کی اور الٹی ہوئی بستیوں کی۔ دوسری جگہ: فرعون اور اسکے والوں نے اور الٹی ہوئی بستیوں نے (بڑے بڑے) قصور کئے تھے۔

مراد امت لوط کے وہ شہر ہیں جو عذاب کے وقت الٹ دئے گئے تھے شہر سدوم، عمورہ، ادمہ، ضبیوم۔ اور صغر۔

ملاحظہ ہوں عنوانات: قریۃ التی کانت تعمل الخبائث۔ قریتکم (هذه) القریۃ

بارہ میں حجت کی، اس لئے کہ اللہ نے اسے بادشاہت دے رکھی تھی۔

یہ کون بادشاہ کس ملک کا تھا؟ ــــ مفسرین کے ہاں نمرود کا نام آتا ہے جو حضرتؑ کے وطن، عراق (کلدانیہ) کا ایک قدیم بادشاہ تھا۔ حضرتؑ کا ہمعصر مشرک بلکہ خدا کے اوتار ہونے کا مدعی۔

ملاحظہ ہو تفسیر ماجدی۔ پ۳۔ زیر آیت الم تر الی الذی حاج الخ

ملک سلیمان ــ سلیمان کی بادشاہت۔

پ۱۔ البقرۃ ــ ع ۱۲

ذکر صرف ایک ضمنی موقع پر آیا ہے، اور یہ لوگ پیچھے ہو لئے اُس (فن) کے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلیمان کی بادشاہت میں۔

سلیمانؑ بن داؤد (۹۹۰ ق م تا ۹۳۰ ق م) اسرائیلی خاندان میں ایک نامور پیمبر بھی ہوئے ہیں اور ممتاز تاجدار بھی۔ فلسطین اور سارا شام تو آپؑ کے زیر نگیں تھا ہی۔ اس کے علاوہ مشرق میں دریائے فرات کے کنارہ تک، اور مغرب میں سرحد مصر تک آپ کے حدود سلطنت کا رقبہ وسیع ہو چکا تھا۔ آپ کی شان و شوکت تاریخ کی ایک مسلم و مشہور حقیقت ہے۔

علی ملک سلیمان کی تفسیر فی عہد سلیمان سے بھی آئی ہے۔ اس صورت میں 'ملک' بجائے مکانی یا مقامی تصور کے ایک اہم زمانی قرار پا جاتا ہے۔ اور مملکت سلیمانی کے حدود جغرافی وغیرہ کی تحقیق رسالہ کے موضوع سے خارج ہو جاتی ہے۔

دریا سے یہاں اشارہ ملک شام کے دریائے یردن کی طرف ہے جو فلسطین
سب سے بڑا دریا ہے۔ اور بحر جلیل اور بحر طبریہ ہوتا ہوا بحر مردہ میں جا کر
ماہے۔ یہ شمال سے جنوب کی جانب بہتا ہے۔ اس کا براہ راست طول
۶۵ میل کا ہے۔ باقی پیچ وخم ملا کر تقریباً ۲۰۰ میل کا۔ اور اس کا عرض
میل سے لیکر ۱۵ میل تک کا ہے۔ یہ اس لحاظ سے دنیا میں بالکل انوکھا ہے
اسکی سطح سطح سمندر سے ۱۲۰۰ فٹ پست ہے۔ اس کا پانی شروع میں تو
ف و شفاف و شیریں ہے۔ لیکن آگے چل کر گندلا بدبودار و مضر صحت ہو
ماہے اور بہت ممکن ہے کہ جہاں سے طالوت کے لشکر نے دریا کو عبور کیا۔ وہ
س کا یہی گندہ حصہ ہو۔
یہ دریا گویا ملک کے اندر تقسیم کی قدرتی سرحد کا کام دیتا ہے۔ چنانچہ مادرائے
دن علاقوں کی تقسیم خود توریت میں درج ہے (یوشع ۔ ۱:۴۷ و ۱۵)
مسیحی روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ کو بپتسمہ
ی دریا کے پانی سے دیا تھا۔
"اسوقت یسوع گلیل سے یردن کے کنارہ یوحنا کے پاس اس سے بپتسمہ
لینے آیا۔" (متی ۔ ۳ : ۱۳)
"اور ان دنوں ایسا ہوا کہ یسوع نے گلیل کے ناصرہ میں آکر یردن میں یوحنا
سے بپتسمہ لیا۔" (مرقس ۔ ۱ : ۹)
عہد عتیق میں اسکا ذکر متعدد مقامات پہ آیا ہے۔ مثلاً یوشع ۔ ۳ : ۱۴ ۔
یوں ۔ ۱۱۴ : ۳ ۔ ۲ سلاطین ۲ : ۸ وغیرہا ۔

میقات (نا) (ہمارا) وقت مقرر۔

پ۹۔ الاعراف۔ ع ۱۷، ۱۹

'میقات' کے لفظی معنی مقرر شدہ وقت کے ہیں اور اس لئے یہ کوئی 'مکانی' یا جغرافی قسم کا لفظ نہیں لیکن دونوں جگہ سیاق میں مقصود ایک وقت معین پر ایک مقام متعین پر ہی پہنچنا ہے۔ اس لئے ضمناً اس میں مقامیت بھی آگئی۔ پہلی جگہ ارشاد ہوا ہے کہ: جب موسیٰ ہمارے وقت مقرر پر آگئے اور ان سے ان کا پروردگار ہم کلام ہوا۔ اور دوسری جگہ ہے کہ: موسیٰ نے ستر مرد انتخاب کئے اپنی قوم سے ہمارے وقت مقرر کے لئے۔

دونوں جگہ اشارہ کوہ طور پر حاضری کی طرف ہے۔

ن

نہر۔ دریا۔ ندی۔

پ۲۔ البقرۃ۔ ع ۳۳

'نہر اور اس کی جمع انہار کے الفاظ بہ طور نکرہ قرآن مجید میں کثرت سے آئے ہیں۔ صرف ایک جگہ ایک متعین دریا مراد ہے۔

طالوت جب اسرائیلیوں کی فوج لے کر فلسطینیوں کے مقابلہ کو چلے ہیں، اس وقت کا ذکر قرآن مجید میں: پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر بڑھے تو بولے کہ اللہ تمھارا امتحان ایک دریا کے ذریعہ سے لیا چاہتا ہے۔

مراد وادیٔ مکہ ہے: شہر مکہ جو ملک عرب کے علاقہ حجاز میں ساحل بحر سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اپنی زمین کی خشکی کے لئے مشہور رہا ہے۔ اور حضرت ابراہیم کے زمانہ میں تو قطعاً ناقابل کاشت تھا۔ بلکہ اب تک ہزاروں سال گزرنے پر بھی بڑی حد تک ایسا ہی چلا آرہا ہے۔ گو اب اسے آلات کی مدد سے قابل زراعت بنایا جانے لگا ہے۔ اور اگر کبھی آئندہ یہ علاقہ بالکل مزروعہ ہو جائے۔ جب بھی حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں تو بہر حال ناقابل زراعت تھا ہی۔

وادالمقدس (طوی) (طوی) کے پاک میدان میں۔

پ۱۶ طٰہٰ ۔ع ا پ۳۰ ۔ والنازعات ۔ع ا

ملاحظہ ہو عنوان : طویٰ۔

وادالنمل۔ وادیٔ نمل ۔ چیونٹیوں کا میدان۔

پ۱۹ ۔ النمل ۔ع ۲

حضرت سلیمان کے تذکرہ میں ہے: کہ یہاں تک کہ (ایک بار) جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیوں اپنے سوراخوں میں جا گھسو۔

چیونٹیوں کا میدان اس لئے کہا گیا ہے کہ وہاں جھنڈ کی جھنڈ چیونٹیاں جمع تھیں ـــ حضرت سلیمان مع اپنے لشکر کے ایک بار کسی ایسی سرزمین سے گزر رہے تھے جہاں چیونٹیاں بہ کثرت آباد تھیں اور وہیں یہ ماجرا پیش آیا۔ چیونٹیاں فلسطین میں بھی کثرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر یہ واقعہ

و

دال، واد - وادی۔

پ ۳۰ - الفجر۔

ارشاد ہے کہ: اور قوم ثمود بھی جو وادیوں میں پتھر تراشتی تھی۔

وادیوں سے مراد ملک ثمود کی وادیاں ہیں۔ یہ قوم عرب کے شمال مغرب میں آباد تھی۔

ملاحظہ ہو عنوان: الحجر۔

واد الایمن - میدان کی داہنی جانب۔

پ ۲۰ - القصص - ع ۴

حضرت موسیٰ کے تذکرہ میں آتا ہے کہ جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں آواز آئی اس مبارک مقام میں ایک درخت سے میدان کی داہنی جانب سے۔

ملاحظہ ہوں عنوانات: بقعۃ المبارکۃ و شاطئ و طویٰ

واد غیر ذی زرع - غیر مزروع میدان۔ بے زراعت میدان۔

پ ۱۳ - ابراھیم - ع ۶

حضرت ابراہیم اپنی مناجات میں کہتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک بے زراعت میدان میں آباد کر دیا ہے۔ تیرے محترم گھر کے قریب۔

ہذا البیت ۔ یہ گھر

پ ۳۰ ۔ القریش ۔

ذکر قریش کے سلسلہ میں یوں آیا ہے کہ: انھیں چاہیے تھا کہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔

اشارہ بالکل ظاہر ہے کہ خانۂ کعبہ کی طرف ہے۔ اور اسم اشارہ اس سیاق میں تعظیمی پہلو رکھتا ہے۔ الاشارۃ الی البیت فی ھذا لتعظیم (التعظیم) کبیر

قریش کو سارے عربی قبائل میں یہ فضیلت حاصل تھی کہ مشرق و مغرب کے بیرونی ملکوں سے تجارت کی آزادی اور راہ داری کے پروانے انھیں کے پاس تھے۔ اور یہ سب کچھ اس بنا پر تھا کہ وہ کعبہ جیسے مقدس عبادت گاہ کے خادم و مجاور تھے۔ قرآن نے اسی مکان مقدس کا واسطہ دلاکر ان سے کہا ہے کہ اسی مکان کے مالک کی عبادت کا حق ادا کریں۔

ملاحظہ ہوں عنوانات: (ال) کعبۃ و (ال) بیت۔

ہذہ الانہار ۔ یہ ندیاں۔ یہ نہریں۔

پ ۲۵ ۔ الزخرف ۔ ع ۵

قصۂ موسیٰ میں ہے کہ فرعون اپنی قوم والوں سے اپنا احسان جتا کر کہتا ہے کہ: کیا یہ ملک مصر میرا نہیں اور یہ ندیاں جو میرے تحت میں بہہ رہی ہیں؛

مراد مصر کی ندیاں ہیں، جو عظیم الشان دریائے نیل کی شاخیں ہیں۔ بحر الابیض۔ بحر الازرق وغیرہ مصر زراعتی ملک ہے۔ وہاں ان ندیوں کو اہمیت خصوصی حاصل ہے۔

وہیں کا ہو، تو باعث تعجب نہیں۔

۵

ہٰذا البلد۔ یہ شہر۔

پ۱۳۔ ابراھیم۔ پ۳۰۔ البلد (۲ بار)

پہلی آیت میں حضرت ابراہیم بانی کعبہ کی زبان سے دعا ہے کہ: اے میرے پروردگار اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دے۔ آپ نے یہ دعا اس وقت کی ہے۔ جب آپ خانہ کعبہ کے قریب اپنے زوجۂ محترمہ حضرت ہاجرہ اور ان کے فرزند شیرخوار اسمٰعیلؑ کو بسا گئے ہیں۔ دعا کا مفہوم یہ تھا کہ اس شہر کو اپنی شریعت میں حرم قرار دے دیجئے۔ جس سے یہاں کے بسنے والے ہر طرح امن کے مستحق ہو جائیں۔

دوسری آیت میں ہے کہ: میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔ اور آپ کو (اے پیمبر) اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔

سورہ البلد مکی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ "اس شہر" سے اشارہ شہر مکہ ہی کی جانب ہے۔ قسم، عام اسلوب قرآنی کے مطابق۔ اس شہر کے اظہار عظمت کے لئے ہے۔

ملاحظہ ہوں عنوانات۔ ام القریٰ۔ بکۃ۔ بلد الحرام۔ حرماً آمناً و مکۃ۔

دال ۱۔ یم ۔ سمندر۔ دریا۔
پ ۹۔ الاعراف۔ ع ۱۶۔ پ ۱۶۔ طٰہٰ ع ۲ و ع ۴ ع ۵۔ پ ۲۰۔ القصص
ع ۱ و ع ۴۔ پ ۲۷۔ والذاریات۔ ع ۲

پہلی آیت میں فرعونیوں کے قصہ میں آتا ہے کہ: بس ہم نے انھیں سزا دیدی، اور انھیں سمندر میں ڈبو دیا۔ اس لئے کہ وہ ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے تھے۔ دوسری آیت میں ام موسیٰ کے ذکر میں کہ انھیں یہ وحی کی گئی کہ موسیٰ کو ایک صندوق میں رکھو۔ پھر اس کو دریا میں ڈال دو۔ پھر دریا انھیں کنارہ پے آئے گا۔ تیسری میں پھر اسرائیلیوں کے ذکر میں ہے کہ فرعون نے اپنے لشکروں سمیت ان کا پیچھا کیا۔ تو دریا ان پر جیسا اُبلنے کو تھا اُبلا۔ چوتھی آیت میں گوسالۂ سامری کے سلسلہ میں ہے کہ: ہم اسے ابھی جلائے ڈالتے ہیں، پھر اس کی (راکھ کو) دریا میں بہائے دیتے ہیں۔ پانچویں آیت میں پھر وحی ام موسیٰ کے سلسلہ میں ہے کہ: تم انھیں دودھ پلاؤ پھر جب تم کو ان کی نسبت اندیشہ ہو تو تم انھیں دریا میں ڈال دو۔

چھٹی آیت میں پھر فرعون کا ذکر ہے کہ: ہم نے اس کو اور اس کے پیرووں کو پکڑ کر سمندر میں ڈال دیا۔ اور ساتویں آیت میں بھی اسی فرعون کا ذکر ہے کہ: ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور انھیں سمندر میں پھینک دیا۔

پہلی، تیسری، چھٹی اور ساتویں آیتوں میں یم سے مراد بحر احمر کے شمالی حصہ کا مغربی مثلث ہے۔ قریب موجودہ نہر سوئز کے جہاں فرعون

ی

یثرب ۔ یثربا۔

پ۲۱۔ الاحزاب۔ ع ۲

جنگ احزاب (شوال ۵ھ ہجری) کے تذکرہ میں منافقین کے سلسلہ میں ہے کہ: یہ اس وقت واقع ہوا جب ان (منافقین) میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے یثرب والو، اب تمہارے ٹھہرنے کا موقع نہیں۔ تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔

یثرب، مدینہ کا پرانا نام یہود کے زمانہ کا ہے۔ مدینۃ النبی نام تو ہجرت نبوی کے بعد پڑا۔ یثرب کسی مسلسل آبادی کا نام نہ تھا، بلکہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر متعدد چھوٹی چھوٹی بستیوں کے مجموعہ کا نام تھا۔ جیسے ہندوستان میں آس پاس مختلف پروے یا کھیڑے ہوتے ہیں۔ عربی نسل کے قبائل میں زیادہ تر بنی اوس اور بنی خزرج آباد تھے۔ اور اسرائیلی نسل کے قبائل میں بنی نضیر بنی قریظہ اور بنی قینقاع۔ عرب عموماً کاشتکار تھے۔ اور یہود زرگری وغیرہ مختلف پیشوں میں مشغول۔ یثرب کی آبادی ایک بلند سطح پر مثل ٹیکرے کے ہے۔ خود یثرب بعض کہتے ہیں کہ اولاد نوح میں سے کسی کا نام ہے جس نے اسے آباد کیا۔

ملاحظہ ہو عنوان: (ال) مدینۃ

اپنے لشکریوں سمیت، حضرت موسیٰ کا تعاقب کرتے ہوئے ڈوب گیا تھا۔
دوسری اور پانچویں آیت میں اشارہ مصر کے مشہور و عظیم دریائے نیل کی طرف ہے۔ حضرت موسیٰ کے والد عمران کا مکان لب دریا تھا، اور دریا وہاں سے ہوتا ہوا قصر شاہی کے نیچے سے گزرتا تھا۔
چوتھی آیت میں جس ذخیرۂ آب کی طرف اشارہ ہے وہ غیر متعین ہے۔ اگر یہ واقعہ لب سمندر پیش آیا تھا۔ جیسا کہ لفظ 'یم' سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ تو وہ سمندر یہی بحر احمر کا شمالی حصہ ہوگا۔ یا تو مغربی حصہ جسے خلیج سوئز کہتے ہیں۔ اور یا مشرقی حصہ جس کا نام خلیج عقبہ ہے۔ اور بالفرض ساحل سے ہٹ کر اندرون صحرا میں کہیں پیش آیا تو جزیرہ نمائے سینا کا کوئی ندی نالا ہوگا۔
ملاحظہ ہو عنوان: (ل) بحر۔